الفضل الموهبي

في معنى

"إذا صَحَّ الحديث فهو مذهبي"

امام اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان محدث بریلوی قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان

الفضل الموهبي

في معنیٰ

" إذا صح الحديث فهو مذهبي "

فضل الٰہی کا عطیہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے اس قول کے معنیٰ میں کہ
"جب کوئی حدیث صحت کو پہنچے تو وہی میرا مذہب ہے"

ملقب بلقب تاریخی

أعزّ النكات بجواب سؤال أركات

۱۳ ۱۳ھ

مصنف

امام اہل سنت، مجدد دین وملت، امام احمد رضا خاں محدث بریلوی
قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان

فہرست عناوین

تقدیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس کے تھوڑا بعد سے ہی اسلام میں دراندازیوں کا سلسلہ شروع ہوا جو ہنوز باقی ہے۔ کبھی مرجۂ، کبھی خوارج اور کبھی اہل تشیع نے اپنی کج فہمیوں کا مظاہرہ کرتے ہوئے قوانین اسلام کا غلط سلط مطلب نکالا۔

ان تمام فرقہائے باطلہ پر تبصرہ کیے بغیر سردست ہمیں ایک نئے فتنہ کی خبر گیری کرنی ہے جس کا زور آج پوری دنیا اور بطور خاص عرب ممالک میں بڑی تیزی کے ساتھ بڑھتا جارہا ہے۔ اس فرقہ کے یوں تو کئی نام ہیں مگر مسمی ایک ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو ڈھال بنا کر یہ فرقہ یہ شاطرانہ چال چلنا چاہتا ہے کہ حدیثوں کا علم ہم ہی کو سب سے زیادہ ہے۔ احادیث رسول پر صرف ہمیں سختی سے کاربند ہیں، وغیرہ۔

عربی اصطلاح میں اس فرقہ کا نام ہے "**السلفیة**" اردو اصطلاح میں اس کا نام ہے ''غیر مقلد'' اور عوامی اصطلاح میں اس کا نام ''اہل حدیث'' ہے۔

اس فرقہ سے وابستہ لوگ اتنے بے شرم اور بے حیا ہوتے جارہے ہیں کہ ائمہ دین کی تکفیر تک میں نہیں چوکتے۔ (معاذ اللہ)

تقلید شرک ہے، اپنے مطلب کی احادیث چھوڑ کر انہیں ذخیرۂ احادیث میں ساری حدیثیں ضعیف نظر آتی ہیں۔ حتی کہ ایک لطیفہ سن کر آپ ورطہ، حیرت میں غرق ہو جائیں گے، ساتھ ہی ان کی نادانی، اندھی تقلید اور کج فہمی پر قہقہہ لگائیں گے۔

اس فتنہ کا قریب سے مطالعہ کرنے کا موقع مجھے اس وقت میسر آیا جب میں جامعہ ازہر (مصر) میں شعبۂ حدیث (كلية أصول الدين) میں تخصص کا ایک ادنیٰ طالب علم تھا۔ ایک مصری سلفی سے مختصر گفتگو کے درمیان (کئی ساتھی جمع تھے) کسی نے جب کوئی حدیث پڑھی اس نے فوراً رد ا رکھا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اسی اثنا میں کسی نے قرآنی آیات کی تلاوت کی اس پر بھی اس نے بغیر تامل وغور وفکر وہی جملہ دہرایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس پر سارے ساتھی اس کے حواری بھی قہقہہ لگا کر ہنس پڑے کہ میاں یہ حدیث نہیں قرآن ہے۔ ضعیف اور قوی کی بات تو درکنار!

تو یہ ہے اس فرقہ کے محققوں کا مبلغ علم اور پرواز فکر؟ مگر افسوس امام اعظم جیسے جبل علم اور فقیہ اعظم کو یہ جاہل، قیاس اور علم حدیث میں بے مایہ۔ اور نہ جانے کیسی کیسی گھناؤنی تہمتیں لگاتے ہیں۔

اس فرقہ کا بانی اور سرغنہ نام نہاد شیخ الاسلام ابن تیمیہ ہے، جو ساتویں صدی ہجری میں حران میں پیدا ہوا اور جس نے اصولی مسائل میں دنیا کے سواد اعظم علمائے اسلام سے اختلاف رائے کیا۔

زیر نظر رسالہ " الفضل الموهبي في معنى إذا صح الحديث فهو مذهبي " سیدنا اعلیٰ حضرت، مجدد اہل سنت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے اس سوال کے جواب میں تحریر فرمایا کہ کوئی حنفی المذہب اگر کسی صحیح حدیث پر عمل کرے تو آیا وہ اپنے مسلک سے نکل جاتا ہے یا اس پر قائم رہتا ہے؟ اس سوال کے جواب میں آپ نے علم ومعرفت اور دلائل و براہین کا جو دریا بہایا ہے وہ قابل دید وتقلید ہے۔ مجھ جیسے کم علم کی بساط کہاں جو ان مفاہیم کی تشریح یا ان پر تبصرہ بھی کر سکے!

تاہم یہاں جو خامہ فرسائی کی ایک جھلک نظر آرہی ہے وہ بس میرے مشفق وکرم فرما مناظر اہل سنت ماہر رضویات حضرت علامہ عبد الستار ہمدانی، برکاتی، نوری (حفظہ اللہ) کا اصرار

اوران کی ذرہ نوازی کی کارفرمائی ہے۔

یہ بھی قابل ذکر بات ہے کہ اب سے پیشتر یہ رسالہ کمیاب بلکہ تقریباً نایاب تھا۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے ان دین کے خیر خواہوں پر کہ جنھوں نے اس اہم رسالہ کو ڈھونڈ نکالا اور اس کو فتاویٰ رضویہ جلد ۲۷ میں شامل کیا۔

اس کو الگ سے چھاپ کر خوب عام و تام کرنے کے لئے اب حضرت ہمدانی صاحب قبلہ نے بیڑا اٹھایا ہے۔

مرکز اہل سنت برکات رضا (گجرات) کا قیام ہی اس لئے عمل میں آیا کہ اس کے ذریعہ مسلک حقہ، مذہب احناف، اور فکر رضا کی ہر چہار سو، ہند و بیرون ہند عالمی سطح پر تشہیر ہو۔

یہ میری خوش نصیبی ہے کہ میں اس ادارہ سے وابستہ ہوں جس کی خدمات پوری دنیا میں نمایاں اور ممتاز ہے۔ اس کی ہمہ گیر شہرت کا نتیجہ ہے کہ کئی دیگر افراد نے اسی نام سے ملک کے دوسرے حصوں میں ادارے قائم کرلیے۔

اس ادارہ نے اب تک چھوٹی بڑی ملا کر کوئی دو سو کتابیں چھاپ ڈالیں، اور بیرون ہند برآمدات کے ذریعہ مسلمانان عالم تک اہل سنت و جماعت کا باوثوق لیٹریچر پہنچایا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس ادارہ اور اس کے بانی کو جملہ آفات و نظر بد سے بچائے۔ (آمین)

ما توفيقي إلا بالله، عليه توكلت وإليه أنيب.

و صلى الله على سيد نا و مولانا محمد و آله و صحبه أجمعين.

طالب دعا

نعمان اعظمی ازہری

فاضل ازہر، قاہرہ۔ مصر

رسالہ

الفضل الموہبی فی معنی اذا صح الحدیث فھو مذہبی

(جب کوئی حدیث صحت کو پہنچے تو وہی میرا مذہب ہے)

قول امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

حدیث صحیح غیر منسوخ غیر متروک پر کسی حنفی المذہب کا عمل اور مذہب سے خروج وعدم خروج پر استفسار علماء احناف کی عبارات کی روشنی میں

مسئلہ:

از: گڑامپور، علاقہ نارتھ ارکاٹ

مرسلہ: کاکا محمد عمر

۱۳ رجب ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس امر میں کہ کوئی حنفی المذہب حدیث صحیح غیر منسوخ وغیر متروک جس پر کوئی ایک امام ائمہ اربعہ وغیرہم سے عمل کیا ہو۔ جیسے آمین بالجہر اور رفع یدین قبل الرکوع وبعد الرکوع اور وتر تین رکعتیں ساتھ ایک قعدہ اور ایک سلام کے ادا کرے تو مذہب حنفی سے خارج ہو جاتا ہے یا حنفی ہی رہتا ہے۔ اگر خارج ہو جاتا ہے کہیں تو "ردالمحتار" میں جو حنفیہ کی معتبر کتاب ہے اس میں امام ابن الشحنۃ سے نقل کیا:

"إذا صح الحدیث وکان علی خلاف المذہب عمل بالحدیث ویکون

ذلك مذهبه و لايخرج مقلده عن كونه حنفيابالعمل به فقد صح عنه أنه قال إذا صح الحديث فهو مذهبي، وحكى ذلك ابن عبد البر عن أبي حنيفة وغيره من الأئمة " انتهى[1]

"جب صحت کو پہنچے حدیث اور وہ حدیث خلاف پر مذہب امام کے رہے عمل کرے وہ حنفی اس حدیث پر، اور ہو جائے وہ عمل مذہب اس کا، اور نہیں خارج ہوتا ہے مقلد امام کا حنفی ہونے سے بسبب عمل کرنے اس حدیث پر، اس لئے کہ بکر رصحت کو پہنچی یہ بات امام ابوحنیفہ سے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب صحت کو پہنچے حدیث پس وہی مذہب میرا ہے۔ اور حکایت کیا اس کو ابن عبد البر نے امام ابوحنیفہ اور دوسرے اماموں سے بھی۔" انتہی

اور کتاب مقامات مظہری میں حضرت مظہر جانجاناں حنفی کے سولہویں مکتوب میں ہے:

"اگر بحدیث ثابت عمل نماید از مذہب امام برنمی آید، چراکہ قول امام " إذا صح الحديث هو مذهبي " نص است دریں باب واگر باوجود اطلاع برحدیث ثابت عمل نکند ایں قول امام را " اتركوا قولي بخبر الرسول " (ﷺ) خلاف کردہ باشد" انتہی (۲)

"اگر کوئی شخص حدیث صحیح پر عمل کرے تو وہ امام اعظم ابوحنیفہ کے مذہب سے خارج نہیں ہوتا کیوں کہ قول امام "جب حدیث صحت کو پہنچے تو وہی میرا مذہب ہے" اس باب میں نص ہے۔ اور اطلاع کے باوجود حدیث صحیح پر عمل نہ کرے تو امام اعظم علیہ الرحمہ کے اس قول کی خلاف ورزی کرنے والا ہوگا کہ "رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے سامنے میرے قول کو چھوڑ دو۔" انتہی

---

(۱) ردالمحتار، علامہ ابن عابدین شامی، جلد اول، ص: ۱۶۱، مقدمہ کتاب، تحقیق: شیخ عادل احمد و شیخ علی محمد، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، طباعت ثانی ۱۴۲۴ھ۔ ۲۰۰۳م۔

(۲) کلمات طیبات، ص: ۲۹، فصل دوم، در مکاتیب، حضرت مرزا صاحب مکتوب، مطبوعہ: مجتبائی دہلی، انڈیا۔

اور بھی اسی مکتوب میں ہے۔

"ہر کہ می گوید عمل بحدیث از مذہب امام برمی آرد۔ اگر برہانے بریں دعوے دارد بیارد"۔ (۱)

"جو شخص یہ کہتا ہے کہ حدیث پر عمل کرنا مذہب امام سے خارج کر دیتا ہے، اگر اس کے پاس اس دعویٰ کی کوئی دلیل ہے تو پیش کرے۔"

اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حنفی نے اپنی کتاب "عقد الجید" میں فرمایا:

"لا سبب لمخالفة حديث النبي (ﷺ) إلا نفاق خفي أو حمق جلي." (۲)

"پوشیدہ منافقت یا واضح حماقت کے بغیر حدیث رسول (ﷺ) کی مخالفت کا کوئی سبب نہیں۔"

ان سب بزرگوں کے ان اقوال کا کیا جواب اگر مذہب امام سے نہیں خارج ہوتا ہے کہیں تو اس پر طعن و تشنیع کرنا گناہ اور بے جا ہے یا نہیں؟

(بينوا توجروا. (بیان فرمائیے اجر دیئے جاؤ گے۔)

الجواب:

بسم الله الرحمٰن الرحيم

الحمد لله الذي أنزل الفرقان فيه تبيان لكل شيء تمييزا الطيب من الخبيث وأمر نبيه أن يبينه للناس بما أراه الله فقرن القرآن ببيان الحديث والصلاة والسلام على من بيّن القرآن و أقام المظان و أذن

(۱) کلمات طیبات، ص: ۲۹، فصل دوم در مکاتیب، حضرت مرزا صاحب مکتوب، مطبوعہ مجتبائی دہلی، انڈیا۔

(۲) عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید، شاہ ولی اللہ دہلوی، تحقیق محب الدین خطیب، مطبوعہ: المطبعۃ السلفیۃ، قاہرہ، مصر، ۱۳۸۵ھ۔

للمجتهدين بأعمال الأذهان فاستخرجوا الأحكام بالطلب الحثيث فلولا الأئمة لم تفهم السنة ولولا السنة لم يفهم الكتاب ولولا الكتاب لم يعلم الخطاب، فيا لها من سلسلة تهدى و تغيث وعلى آله و صحابته و مجتهدى ملته و سائر أمته إلى يوم التوريث.

"سب تعریفیں اللہ تعالی کے لئے ہیں جس نے حق و باطل میں فرق کرنے والی کتاب نازل فرمائی اس میں ہر چیز کا واضح بیان ہے ستھرے کو گندے سے الگ کرنے کے لئے۔ اور اس نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کے لئے بیان فرمائیں جو کچھ اللہ تعالی نے آپ کو دکھایا۔ چنانچہ اس نے قرآن کو بیان حدیث کے ساتھ مقترن فرمایا اور درود و سلام ہو اس پر جس نے قرآن کی وضاحت فرمائی اور اصول قائم فرمائے اور مجتہدین کو اذن بخشا کہ وہ ذہنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر قیاس و اجتہاد کریں۔ چنانچہ انہوں نے بھرپور طلب کے ساتھ احکام مستنبط کئے۔ اگر ائمہ مجتہدین نہ ہوتے تو سنت رسول ﷺ نہ سمجھی جاتی، اور سنت نہ ہوتی تو اللہ تعالی کا خطاب نہ سمجھا جاتا۔ لہذا ایک راہنما اور معاون سلسلہ مہیا فرمادیا، نیز آپ کی آل، صحابہ، آپ کی امت کے مجتہدین اور قیامت تک آپ کی امت پر درود و سلام ہو۔"

صحت حدیث اور عمل کے تفرع پر ایک نفیس اور مدلل بحث

أقول و باللہ التوفیق (میں اللہ تعالی کی توفیق سے کہتا ہوں۔) صحت حدیث علی مصطلح الأثر و صحت حدیث لعمل المجتہدین میں، عموم خصوص مطلقا بلکہ من وجہ ہے۔ کبھی حدیث سنداً ضعیف ہوتی ہے، اور ائمہ امت و امنائے ملت بنظر قرائن

خارجہ یا مطابقت قواعد شرعیہ اس پر عمل فرماتے ہیں، کہ ان کا یہ عمل ہی موجب تقویت وصحت حدیث ہو جاتا ہے۔ یہاں صحت عمل پر متفرع ہوئی نہ عمل صحت پر۔

عبارات ائمہ سے مسئلہ کی تائید

امام ترمذی نے حدیث:

"من جمع بين الصلاتين من غير عذر فقد أتى بابا من أبواب الكبائر". (۱)	''جس شخص نے کسی عذر کے بغیر دو نمازوں کو جمع کیا تو بے شک وہ کبیرہ گناہوں کے دروازوں میں سے ایک دروازے میں داخل ہوا۔''

روایت کر کے فرمایا:

"حنش هذا هو أبو علي الرحبي وهو حنش بن قيس وهو ضعيف عند أهل الحديث ضعفه أحمد وغيره والعمل علىٰ هذا عند أهل العلم". (۲)	''اس حدیث کا راوی ابو علی رحبی حنش بن قیس اہل حدیث کے نزدیک ضعیف ہے۔ امام احمد وغیرہ نے اس کی تضعیف فرمائی۔ اور علماء کا عمل اسی پر ہے۔''

امام جلال الدین سیوطی کتاب ''التعقبات علی الموضوعات'' میں فرماتے ہیں:

"أشار بذلك إلى أن الحديث اعتضد بقول أهل العلم وقد صرح غير واحد بأن من دليل صحة الحديث قول أهل العلم به وإن لم	''یعنی امام ترمذی نے اس سے اشارہ فرمایا کہ حدیث کو قول علماء سے قوت مل گئی اور بے شک متعدد ائمہ نے تصریح فرمائی ہے کہ اہل علم کی موافقت بھی صحت حدیث کی دلیل ہوتی ہے۔

---

(۱) جامع الترمذی، جلد اول، ص: ۵۸، کتاب الصلاۃ، باب ما جاء فی الجمع بین الصلاتین فی الحضر، حدیث نمبر: ۱۸۸، مطبوعہ: جمعیۃ المکنز الاسلامی، قاہرہ، مصر، سن اشاعت: ۱۴۲۱ھ۔ ۲۰۰۰م۔

(۲) ایضاً

يكن له اسناد يعتمد علىٰ مثله "[1] — اگر چہ اس کے لئے کوئی سند قابل اعتماد نہ ہو۔"

حدیث ضعیف کی عدم حجیت اور فضائل اعمال میں اس پر عمل کا اعتبار

امام شمس الدین سخاوی "فتح المغیث" میں شیخ ابو القطان سے ناقل:

"هذا القسم لا يحتج به كله بل يعمل به في فضائل الأعمال و يتوقف عن العمل به في الأحكام إلاّ إذا كثرت طرقه أو عضده اتصال عمل أو موافقة شاهد صحيح أو ظاهر القرآن "[2]

"حدیث ضعیف حجت نہیں ہوتی بلکہ فضائل اعمال میں اس پر عمل کریں گے۔ اور احکام میں اس پر عمل سے باز رہیں گے۔ مگر جب کہ اس کی سندیں کثیر ہوں یا عمل علماء کے ملنے یا کسی شاہد صحیح یا ظاہر قرآن کی موافقت سے قوت پائے۔"

امام محقق علی الاطلاق "فتح القدير' باب صفة الصلاة " میں فرماتے ہیں:

"ليس معنى الضعيف الباطل في نفس الأمر بل ما لم يثبت بالشروط المعتبرة عند أهل الحديث مع تجويز كونه صحيحا في نفس الأمر فيجوز أن تقترن قرينة تحقق ذلك و أن الراوي الضعيف أجاد في هذا المتن المعين فيحكم به"[3]

"ضعیف کے یہ معنی نہیں کہ واقع میں باطل ہے بلکہ یہ کہ ان شرطوں پر ثابت نہ ہوئی جو محدثین کے نزدیک معتبر ہیں، واقع میں جائز ہے کہ صحیح ہو تو ہو سکتا ہے

---

(۱) التعقبات علی الموضوعات، امام جلال الدین سیوطی، ص: ۱۲، باب الصلاۃ، مطبوعہ: المکتبۃ الاثریہ سانگلہ۔

(۲) فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث، امام شمس الدین ذہبی، جلد اول، ص: ۸۵، قسم ثانی: حسن، تخریج و تعلیق: صلاح محمد محمد عویضہ، مطبوعہ: مرکز اہل سنت برکات رضا، گجرات، انڈیا، طباعت اول: ۱۴۲۷ھ۔ ۲۰۰۶م۔

(۳) شرح فتح القدیر، امام کمال الدین حنفی، جلد: اول، ص: ۳۱۳، کتاب الصلوٰۃ باب صفۃ الصلوٰۃ، مطبوعہ: مرکز اہل سنت برکات رضا، پوربندر، گجرات، انڈیا، طباعت اول: ۱۴۲۵ھ۔ ۲۰۰۴م۔

کیا مجال تھی کہ معاذ اللہ وہ جناب مجددیت مآب کی نسبت ایسا گمان مردود و نامحمود رکھتے ۔ وہ تو انہیں قطب الارشاد و ہادی و مرشد و دافع بدعات جانتے ہیں اور ان کی تعظیم کو خدا کی تعظیم، ان کے شکر کو اللہ کا شکر مانتے ہیں کہ اپنے مکتوب ہفتم میں لکھتے ہیں:

"شیخ قطب ارشاد ایں دورہ است و بر دست وے بسیارے از گمراہاں بادیۂ صبیعت و بدعت خلاص شدہ اند. تعظیم شیخ تعظیم حضرت مدور ادوار و مکون کائنات است، و شکر نعمت مفیض اوست [1] **اعظم اللہ تعالیٰ لہ الاجور".**

"شیخ اس دور کے قطب ارشاد ہیں، ان کے ہاتھ پر تکبر و بدعت کی گمراہی میں مبتلا بہت سے افراد نے ہدایت پائی، شیخ کی تعظیم خالق کائنات کی تعظیم ہے اور شیخ کی نعمت کا شکر اس نعمت کو عطا کرنے والے اللہ کا شکر ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں عظیم اجر عطا فرمائے۔"

ہاں شاید میاں نذیر حسین صاحب کی چوٹ حضرت مجدد صاحب ہی پر ہے کہ "معیار الحق" میں لکھتے ہیں:

"آج کل کے بعض لوگ اسی تقلید معین کے التزام سے مشرک ہو رہے ہیں کہ مقابل میں روایت کیدانی کے اگر حدیث صحیح پیش کرو تو نہیں مانتے۔" [2]

اسی مسئلہ اشارہ میں روایت کیدانی پیش کی جاتی ہے۔ جناب مجدد صاحب نے فتاویٰ غرائب و جامع الرموز و خزانۃ الروایات وغیرہا پیش کیں، وہ بات ایک ہی ہے، یعنی فقہی روایت کے مقابل حدیث نہ ماننا۔ اب دیکھ لیجئے حضرت مجدد کا روایت فقہی لانا اور ان کے سبب صحیح حدیثوں پر عمل نہ فرمانا، اور میاں جی صاحب دہلوی کا بے دھڑک شرک کی جڑ جاننا۔ خدا ایسے شرک پسندوں کے سائے سے بچائے۔ خیر یہ تو میاں جی جانیں اور ان کا کام۔

---

(۱) کلمات طیبات، ص: ۱۶۳، فصل چہارم، در مکتوبات شاہ ولی اللہ دہلوی، مطبع مجتبائی، دہلی، انڈیا۔

(۲) معیار الحق، نذیر احمد دہلوی، بحث تلفیق، ص: ۱۸۳، مکتبہ نذیریہ، چناب بلاک، اقبال ٹاؤن، لاہور، پاکستان۔

فساد ناشی ہے۔ یا مثل حدیث ضجعۂ فجر و جلسۂ استراحت منشاء کوئی امر عادی یا عارضی ہے، یا مثل جہر بآیۃ فی الظہر احیانا و جہر فاروق بدعائے قنوت حامل کوئی حاجت خاصہ نہ تشریع دائمی ہے، یا مثل حدیث:

"علیك السلام تحیۃ الموتی "[1] "علیک السلام مردوں کا سلام ہے۔"

مقصود مجرد اخبار نہ حکم شرعی ہے۔

"إلى غير ذلك من الوجوه التي يعرفها النبيه ولا يبلغ حقيقة كنهها إلا المجتهد الفقيه". "اس کے علاوہ دیگر وجوہ جن کو باخبر لوگ پہچانتے ہیں، اور سوائے مجتہد عالم کے ان کی حقیقت تک کسی کی رسائی نہیں۔"

مجرد صحت عمل مجتہد کے لیے کافی نہیں، اسلاف کے اقوال واعمال سے اس کی مثالیں

تو مجرد صحت مصطلحۂ اثر صحت عمل مجتہد کے لئے ہر گز کافی نہیں۔ حضرات عالیہ صحابہ کرام سے لے کر پچھلے ائمۂ مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تک کوئی مجتہد ایسا نہیں جس نے بعض احادیث صحیحہ کو مؤول یا مرجوح یا کسی نہ کسی وجہ سے متروک العمل نہ ٹھہرایا ہو۔

امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربارہ تیمم جنب پر عمل نہ کیا۔ اور فرمایا:

---

(۱) المصنف، حافظ ابو بکر عبد الرزاق صنعانی، جلد: ۱۰، ص: ۳۸۴، کتاب الجامع، باب کیف السلام والرد، تحقیق وتعلیق: حبیب الرحمن اعظمی، مطبوعہ: المجلس العلمی، بیروت، لبنان، طباعت ثانی: ۱۴۰۳ھ۔ ۱۹۸۳م۔ امام ابو داؤد نے کتاب الادب میں" فان علیک السلام تحیۃ الموتی" ذکر کیا ہے، باب نمبر: ۱۵۲، حدیث نمبر: ۵۲۱۱، مطبوعہ: جمعیۃ المکنز الاسلامی، قاہرہ، مصر، سن اشاعت: ۱۴۲۱ھ۔ ۲۰۰۰م شیخین نے بھی اس حدیث کو ذکر کیا ہے، لیکن دوسرے لفظ کے ساتھ اگرچہ مفہوم ومعنی کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے۔

" اتق الله يا عمار كما في صحيح مسلم "[1]

"اے عمار! اللہ سے ڈر، جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے۔"

یوں ہی حدیث فاطمہ بنت قیس در بارۂ عدم النفقہ والسکنیٰ للمبتوتہ پر اور فرمایا:

" لا نترك كتاب ربنا ولا سنّة نبينا بقول امرأة لا ندري لعلّها حفظت أم نسيت " رواه مسلم أيضا[2]

"ہم اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت کو ایک ایسی عورت کے قول سے نہیں چھوڑیں گے جس کے بارے میں ہم نہیں جانتے کہ اس نے یاد رکھا یا بھول گئی۔ اس کو بھی مسلم نے روایت کیا۔"

یوں ہی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث مذکور تیمم پر اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

" أولم تر عمر لم يقنع بقول عمار كما في الصحيحين ".[3]

"کیا تم نے نہیں دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر قناعت نہیں کی، جیسا کہ صحیحین میں ہے۔"

---

(١) صحیح مسلم، جلد اول، ص: ١٥٧، کتاب الحیض، باب التیمم، حدیث نمبر: ٨٣٦، مطبوعہ: جمعیۃ المکنز الاسلامی، قاہرہ، مصر، سن اشاعت: ١٤٢١ھ۔ ٢٠٠٠م۔

(٢) صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب المطلقۃ ثلاثا لا نفقۃ لہا میں یہ حدیث اس لفظ کے ساتھ " لا نترك كتاب الله ولا سنة نبينا صلى الله عليه وسلم لقول امرأة لا ندري لعلها حفظت أم نسيت" حدیث نمبر: ٣٨٨٣، مطبوعہ: جمعیۃ المکنز الاسلامی، قاہرہ، مصر، سن اشاعت: ١٤٢١ھ۔ ٢٠٠٠م۔ یہ حدیث سنن بیہقی کتاب النفقات میں بھی وارد ہوئی ہے اور امام قطنی نے سنن میں کتاب الطلاق میں ذکر کیا ہے۔ اس سلسلے میں جتنی بھی حدیثیں وارد ہوئی ہیں الفاظ میں بہت بسیط فرق ہے اور سب کا مفہوم ایک ہے۔

(٣) صحیح مسلم، جلد اول، ص: ١٥٧، کتاب الحیض، باب التیمم، حدیث نمبر: ٨٤٤، مطبوعہ: جمعیۃ المکنز الاسلامی، قاہرہ، مصر، سن اشاعت: ١٤٢١ھ۔ ٢٠٠٠م۔ امام نسائی نے کتاب الطہارۃ، باب تیمم الجنب، حدیث نمبر: ٣٢٢، میں نفس نص ذکر کیا ہے، اور امام بخاری نے کتاب التیمم، باب التیمم ضربۃ، حدیث نمبر: ٣٤٨، میں " أفلم تر " ذکر کیا ہے۔ اور امام ابوداؤد نے بھی کتاب الطہارۃ، باب التیمم، حدیث نمبر: ٣٢١، کے تحت ذکر کیا ہے۔

یوں ہی حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حدیث مذکور فاطمہ پر اور فرمایا:

"ما لفاطمة ألا تتقي الله" رواه البخاري.[1]

''فاطمہ کو کیا ہے، کیا وہ اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتی۔ اس کو بخاری نے روایت کیا۔''

یوں ہی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

"الوضوء مما مست النار".[2]

''اس چیز کی وجہ سے وضو لازم ہے کہ جس کو آگ نے چھوا۔''

پر اور فرمایا:

"أنتوضأ من الدهن أنتوضأ من الحميم" رواه الترمذي.[3]

''کیا ہم تیل کی وجہ سے وضو کریں گے، کیا ہم گرم پانی کی وجہ سے وضو کریں گے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔''

یوں ہی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما:

---

(۱) صحیح البخاری، جلد۳، ص:۱۱۱۵، کتاب الطلاق، باب قصۃ فاطمہ بنت قیس، حدیث نمبر:۵۳۲۸، مطبوعہ: جمعیۃ المکنز الاسلامی، قاہرہ، مصر، سن اشاعت:۱۴۲۱ھ-۲۰۰۰م۔ جو عربی نسخہ کراچی سے شائع ہوا ہے اس میں "ألا" کی جگہ "لا" مذکور ہے لیکن فتاویٰ رضویہ میں شائع شدہ اردو نسخہ میں الفاظ حدیث بالکل صحیح ہیں۔

(۲) جامع الترمذی، جلد اول، ص:۲۴، کتاب الطہارۃ، باب ما جاء فی الوضوء مما غیرت النار، حدیث نمبر۵۳۲۸، مطبوعہ: جمعیۃ المکنز الاسلامی، قاہرہ، مصر، سن اشاعت:۱۴۲۱ھ-۲۰۰۰م۔

(۳) جامع الترمذی، جلد اول، ص:۲۳، کتاب الطہارۃ، باب ما جاء فی الوضوء مما غیرت النار، حدیث نمبر۵۳۲۸، مطبوعہ: جمعیۃ المکنز الاسلامی، قاہرہ، مصر، سن اشاعت:۱۴۲۱ھ-۲۰۰۰م۔

"إنه لا نستلم هذين الركنين"[1] ''ہم ان دو رکنوں کو بوسہ نہیں دیتے۔''

پر اور فرمایا:

"ليس شيء من البيت مهجورا" ''بیت اللہ شریف میں سے کچھ بھی چھوڑ نے کے لائق نہیں۔ جیسا کہ بخاری میں ہے۔''

كمافي البخاري.[2]

یوں ہی جماہیر ائمہ صحابہ وتابعین ومن بعد ہم نے حدیث

"الوضوء من لحوم الإبل".[3] ''اونٹوں کا گوشت کھانے کی وجہ سے وضو ہے۔''

پر:

"وهو صحيح معروف من حديث البراء وجابر بن سمرة و غيرهما رضي الله تعالى عنهم". ''اور یہ حدیث حضرت براء اور جابر بن سمرۃ اور دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے صحیح و معروف مروی ہے۔''

امام دار الہجرۃ عالم مدینہ سیدنا مالک بن انس رضی اللہ عنہ فرماتے:

---

(۱) امام بخاری نے کتاب الحج میں لفظ " انه لا يستلم هذان الركنان" جلد اول ص:۳۰۴، باب من لم یستلم الا الرکنین الیمانیین، حدیث نمبر:۱۶۳۴، مطبوعہ: جمعیۃ المکنز الاسلامی، قاہرہ، مصر، سن اشاعت:۱۴۲۱ھ۔۲۰۰۰م۔ امام نسائی نے سنن میں اور امام احمد بن حنبل نے مسند میں بھی روایت کیا ہے، لیکن الفاظ کے اعتبار سے فرق پایا جاتا ہے۔ کراچی سے شائع شدہ عربی نسخہ بھی اردو نسخے کے مثل ہے۔ دونوں کے الفاظ میں کوئی فرق نہیں ہے۔

(۲) صحیح البخاری، جلد اول ص:۳۰۴، باب من لم یستلم الا الرکنین الیمانیین، حدیث نمبر:۱۶۳۴، مطبوعہ: جمعیۃ المکنز الاسلامی، قاہرہ، مصر، سن اشاعت:۱۴۲۱ھ۔۲۰۰۰م۔

(۳) جامع الترمذی، جلد اول ص:۲۵، کتاب الطہارۃ، باب ماجاء فی الوضوء من لحوم الابل، حدیث نمبر:۸۱، مطبوعہ: جمعیۃ المکنز الاسلامی، قاہرہ، مصر، سن اشاعت:۱۴۲۱ھ۔۲۰۰۰م۔ امام مسلم نے اس حدیث کو کتاب الحیض میں بہت ہی معمولی فرق کے ساتھ ذکر کیا ہے، جلد اول ص:۱۵۴، باب الوضوء من لحوم الابل، حدیث نمبر:۸۲۸۔ ابن ماجہ نے بھی اس کو سنن میں ذکر کیا ہے، کتاب الطہارۃ، باب ماجاء فی الوضوء من لحوم الابل ص:۷۳، حدیث نمبر:۵۳۳، مطبوعہ: جمعیۃ المکنز الاسلامی، قاہرہ، مصر، سن اشاعت:۱۴۲۱ھ۔۲۰۰۰م۔

"العمل أثبت من الأحاديث"[1] — "عمل علماء حدیثوں سے زیادہ مستحکم ہے۔"

ان کے اتباع نے فرمایا:

"أنه تضعيف أن يقال في مثل ذلك حدثني فلان عن فلان"[2] — "ایسی جگہ حدیث سنانا بوچ بات ہے۔"

ایک جماعت ائمہ تابعین کو جب دوسروں سے ان کے خلاف حدیثیں پہنچتیں فرماتے:

"ما نجهل هذا ولكن مضى العمل على غيره"[3] — "ہمیں ان حدیثوں کی خبر ہے مگر عمل اس کے خلاف پر گزر چکا۔"

امام محمد بن ابی بکر بن جریر سے بارہا ان کے بھائی کہتے تم نے فلاں حدیث پر کیوں نہ حکم کیا؟ فرماتے:

"لم أجد الناس عليه"[4] — "میں نے علماء کو اس پر عمل کرتے نہ پایا۔"

بخاری و مسلم کے استاذ الاستاذ امام المحدثین عبد الرحمٰن بن مہدی فرماتے:

"السنة المتقدمة من سنة أهل المدينة خير من الحديث"[5] — "اہل مدینہ کی پرانی سنت حدیث سے بہتر ہے۔"

نقل هذه الأقوال الخمسة الإمام أبو عبد الله محمد بن الحاج العبدري المكي المالكي في مدخله في فصل النعوت المحدثة وفيه في فصل في الصلاة على الميت في المسجد ما ورد من أن النبى صلى الله

---

(۱) المدخل لابن الحاج، جلد اول، ص: ۱۲۸، فصل فی ذکر النعوت، مطبوعہ: مکتبہ دار التراث، قاہرہ، مصر۔

(۲) نفس مرجع۔

(۳) نفس مرجع۔

(۴) نفس مرجع۔

(۵) نفس مرجع۔

تعالیٰ علیه وسلم صلّی علی سهیل بن بیضاء في المسجد" فلم یصحبه العمل والعمل عند مالك رحمه الله أقوی" الخ.[۱]

"ان پانچوں اقوال کو امام ابو عبد اللہ محمد بن الحاج العبدری مکی مالکی نے اپنی کتاب "المدخل" کی فصل "فی النعوت المحدثۃ" میں نقل فرمایا، اور اسی کتاب میں مسجد کے اندر نماز جنازہ سے متعلق فصل میں مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مسجد کے اندر سہیل بن بیضاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ کے بارے میں جو وارد ہے عمل (علماء) اس کی موافقت نہیں کرتا۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک عمل زیادہ مستحکم ہے۔" الخ

خود میاں نذیر حسین صاحب دہلوی "معیار الحق" میں لکھتے ہیں:

"بعض ائمہ کا ترک کرنا بعض احادیث کو فرع تحقیق ان کی کی ہے، کیوں کہ انہوں نے ان احادیث کو احادیث قابل عمل نہیں سمجھا، بدعوی نسخ یا بدعوی ضعف اور امثال اس کے الخ۔"[۲]

اس امثال کے بڑھانے نے کھولدیا کہ بے دعوی نسخ یا ضعف بھی ائمہ بعض احادیث کو قابل عمل نہیں سمجھتے۔ اور بیشک ایسا ہی ہے خود اسی معیار میں حدیث جلیل صحیح بخاری شریف:

"حتی ساوی الظل التلول"[۳] "یہاں تک کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہوگیا۔"

---

(۱) المدخل لابن الحاج، جلد دوم، ص: ۲۸۲، فصل فی الصلوۃ علی المیت فی المسجد، مطبوعہ: مکتبہ دار التراث، قاہرہ، مصر۔

(۲) معیار الحق، نذیر احمد دہلوی، ص: ۱۵۱، مطبوعہ: مکتبہ نذیریہ، لاہور، پاکستان۔

(۳) صحیح البخاری، جلد اول، ص: ۱۲۳، کتاب الاذان، باب الاذان للمسافر اذا کانوا جماعۃ، حدیث نمبر: ۶۳۲، مطبوعہ: جمعیۃ المکنز الاسلامی، قاہرہ، مصر، سن اشاعت: ۱۴۲۱ھ۔ ۲۰۰۰م۔

کو بعض مقلدین شافعیہ کی ٹھیٹ تقلید کر کے بحیلہ تاویلات باردہ کاسدہ ساقطہ فاسدہ متروک العمل کر دیا اور عذر گناہ کے لئے بولے کہ

"جمعا بين الأدلة"[1] "دلائل میں مطابقت پیدا کرنے کے لئے۔"

یہ تاویلیں حقہ کی گئیں۔ اور اس کے سوا اور بہت احادیث صحاح کو محض اپنا مذہب بنانے کے لئے بدعاوی باطلہ عاطلہ ذا بلہ زائلہ بے دھڑک واہیات و مردود بتادیا جس کی تفصیل جلیل فقیر کے رسالہ "حاجز البحرين الواقي عن جمع الصلاتين"[2] (۱۳۱۳ھ) میں مذکور، یہ رسالہ صرف ایک مسئلہ میں ہے اس کے متعلق حضرت کی ایسی کارروائیاں وہاں شمار میں آئیں، باقی مسائل کی کارگزاریاں کس نے گنیں اور کتنی پائیں، ع

قیاس کن ز گلستان او بہارش را

(اس کے باغ سے اس کی بہار کا اندازہ کرلے۔)

مجرد صحت اثری کا صحت عملی کو مستلزم ہونا محال ہے

بالجملہ موافق مخالف کوئی ذی عقل اس کا انکار نہیں کرسکتا کہ مجرد صحت اثری صحت عملی کو مستلزم نہیں بلکہ محال ہے کہ مستلزم ہو، ورنہ ہنگام صحت متعارضین قول بالمتنافیین لازم آئے، اور وہ عقلاً ناممکن تو بالیقین اقوال مذکورہ سوال اور ان کے امثال میں صحت حدیث سے صحت عملی، اور خبر سے وہی خبر واجب العمل عند المجتہد مراد پھر نہایت اعلیٰ بدیہیات سے ہے کہ اگر کوئی حدیث مجتہد نے پائی اور براہ تاویل خواہ دیگر وجوہ سے اس پر عمل نہ کیا تو وہ حدیث اس کا مذہب نہیں ہوسکتی ورنہ وہی استحالۂ عقلی سامنے آئے کہ وہ صراحۃً اس کا خلاف فرما چکا تو

(۱) معیار الحق، نذیر احمد دہلوی، ص: ۳۵۴، مطبوعہ: مکتبہ نذیریہ، لاہور، پاکستان۔

(۲) یہ رسالہ فتاویٰ رضویہ، جلد پنجم، مطبوعہ: مرکز اہل سنت برکات رضا، پور بندر، گجرات، میں شائع ہو چکا ہے۔

آفتاب سے روشن تر وجہ پر ظاہر ہوا کہ کوئی حدیث بزعم خود مذہب امام کے خلاف پا کر بحکم اقوال مذکورہ امام دعویٰ کر دینا کہ مذہب امام اس کے مطابق ہے، دو امر پر موقوف:

اولاً: یقیناً ثابت ہو کہ یہ حدیث امام کو نہ پہنچی تھی کہ بحال اطلاع مذہب اس کے خلاف ہے، نہ اس کے موافق۔

لاجرم علامہ زرقانی نے "شرح مؤطا شریف" میں تصریح فرمائی:

"قد علم أن كون الحديث مذهبه محله إذا علم أنه لم يطلع عليه أما إذا احتمل اطلاعه عليه أنه حمله على محمل فلا يكون مذهبه".[1]

"یعنی ثابت ہو چکا ہے کہ کسی حدیث کا مذہب مجتہد ہونا صرف اس صورت میں ہے جب کہ یقین ہو کہ یہ حدیث مجتہد کو نہ پہنچی تھی ورنہ اگر احتمال ہو کہ اس نے اطلاع پائی اور کسی دوسرے محمل پر حمل کی، تو یہ اس کا مذہب نہ ہوگی۔"

ثانیاً: یہ حکم کرنے والا احکام رجال و متون و طرق احتجاج و وجوہ استنباط اور ان کے متعلقات اصول مذہب پر احاطۂ تامہ رکھتا ہو۔ یہاں اسے چار منزلیں سخت دشوار گزار پیش آئیں گی جن میں ہر ایک دوسری سے سخت تر ہے:

احکام رجال و متون اور طرق احتجاج وغیرہ پر احاطۂ تامہ کے لیے چار دشوار گزار منزلیں

منزل اول: نقد رجال کہ ان کے مراتب ثقہ و صدق و حفظ و ضبط اور ان کے بارے میں

---

(۱) شرح الزرقانی علی مؤطا الامام مالک، امام محمد بن عبد الباقی الزرقانی، جلد اول، ص: ۳۰۷، کتاب الصلاۃ، باب ما جاء فی الصلاۃ الوسطی، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، طباعت ثانی: ۱۴۲۵ھ - ۲۰۰۴م۔ تخریج شدہ فتاویٰ رضویہ میں جو باب مذکور ہے اس میں یہ عبارت موجود نہیں ہے، البتہ اسی کے بعد باب الصلاۃ الوسطی ہے جس کے اخیر میں یہ عبارت موجود ہے۔

ائمہ شان کے اقوال و وجوہ طعن و مراتب توثیق، و مواضع تقدیم جرح و تعدیل و حوامل طعن و مناشی توثیق و مواضع تحامل و تساہل و تحقیق پر مطلع ہو، استخراج مرتبہ اتقان راوی بنقد روایات و ضبط مخالفات و اوہام و خطیات وغیرہا پر قادر ہو، ان کے اسامی و القاب و کنی و انساب و وجوہ مختلفہ تعبیر رواۃ خصوصاً اصحاب تدلیس شیوخ و تعیین مبہمات و متفق و متفرق و مختلف مؤتلف سے ماہر ہو۔ ان کے موالید و وفیات و بلدان و رحلات و لقاء و سماعات و اساتذہ و تلامذہ و طرق تحمل و وجوہ ادا و تدلیس و تسویہ و تغیر و اختلاط و آخذین من قبل و آخذین من بعد و سامعین حالین وغیرہما تمام امور ضروریہ کا حال اس پر ظاہر ہو۔ ان سب کے بعد صرف سند حدیث کی نسبت اتنا کہہ سکتا ہے صحیح یا حسن یا صالح یا ساقط یا باطل یا معضل یا مقطوع یا مرسل یا متصل ہے۔

منزل دوم: "صحاح" و "سنن" و "مسانید" و "جوامع" و "معاجم" و "اجزاء" و غیرہا کتب حدیث میں اس کے طرق مختلفہ و الفاظ متنوعہ پر نظر تام کرے کہ حدیث کے تواتر یا شہرت یا فردیت نسبیہ یا غرابت مطلقہ یا شذوذ یا نکارت و اختلافات رفع و وقف و قطع و وصل و مزید فی متصل الاسانید و اضطرابات سند و متن وغیرہا پر اطلاع پائے، نیز اس جمع طرق و احاطۂ الفاظ سے رفع ابہام و دفع اوہام و ایضاح خفی و اظہار مشکل و ابانت مجمل و تعیین محتمل ہاتھ آئے۔ ولہٰذا امام ابو حاتم رازی فرماتے ہم جب تک حدیث کو ساٹھ وجہ سے نہ لکھتے اس کی معرفت نہ پاتے۔ اس کے بعد اتنا حکم کرسکتا ہے کہ حدیث شاذ یا منکر، معروف یا محفوظ، مرفوع یا موقوف، فرد یا مشہور کس مرتبہ کی ہے۔

منزل سوم: اب علل خفیہ و غوامض دقیقہ پر نظر کرے جس پر صدہا سال سے کوئی قادر نہیں، اگر بعد احاطۂ وجوہ اعلال تمام علل سے منزہ پائے تو یہ تین منزلیں طے کر کے طرف صحت حدیث بمعنی مصطلح اثر پر حکم لگا سکتا ہے۔ تمام حفاظ حدیث و اجلہ نقاد و اصلان ذروۂ شامخہ اجتہاد

کی رسائی صرف اس منزل تک ہے۔ اور خدا انصاف دے تو مدعی اجتہاد و ہمسری ائمہ امجاد کو ان منازل کے طے میں اصحاب صحاح یا مصنفانِ اسماء الرجال کی تقلید جامد سخت بے حیائی نری بے غیرتی ہے بلکہ ان کے طور پر شرک جلی ہے۔ کس آیت وحدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ بخاری یا ترمذی بلکہ امام احمد و ابن المدینی جس حدیث کی تصحیح یا تجریح کردیں وہ واقع میں ویسی ہی ہے۔ کون سا نص آیا کہ نقد رجال میں ذہبی وعسقلانی بلکہ نسائی و ابن عدی و دار قطنی بلکہ یحییٰ قطان و یحییٰ بن معین و شعبہ و ابن مہدی جو کچھ کہہ دیں وہی حق جلی ہے۔ جب خود احکام الٰہیہ کے پہچاننے میں ان اکابر کی تقلید نہ ٹھہری جو ان سے بدرجہا ارفع واعلیٰ واعلم واعظم تھے جن کے یہ حضرات اور ان کے امثال مقلد و متبع ہوتے جن کے درجات رفیعۂ امامت انہیں مسلم تھے تو ان سے کم درجہ امور میں ان اکابر سے نہایت پست مرتبہ اشخاص کی ٹھیٹ تقلید یعنی چہ جرح و تعدیل وغیرہ جملہ امور مذکورہ جن جن میں گنجائش رائے زنی ہے محض اپنے اجتہاد سے پایۂ ثبوت کو پہنچایئے، اور این و آن و فلان و بہمان کا نام زبان پر نہ لایئے۔ ابھی ابھی تو کھلا جاتا ہے کہ کس برتے پہ تتا پانی۔

ما اذا أخا ضك يا مغرور في الخطر حتّٰى هلكت فليت النمل لم تطر

(اے مغرور! تجھے کس شے نے خطرے میں ڈالا یہاں تک کہ تو ہلاک ہو گیا، کاش! چیونٹی نہ اڑتی۔)

خیر کسی مسخرۂ شیطان کے منھ کیا لگیں۔ برادران با انصاف انہیں منازل کی دشواری دیکھیں جس میں ابو عبد اللہ حاکم جیسے محدث جلیل القدر پر کتنے عظیم شدید مواخذے ہوئے۔ امام ابن حبان جیسے ناقد بصیر تساہل کی طرف نسبت کیے گئے۔ ان دونوں سے بڑھ کر امام اجل ابو عیسیٰ ترمذی تصحیح و تحسین میں متساہل ٹھہرے، امام مسلم جیسے جبل رفیع نے بخاری وابو زرعہ کے

لوہے مانے، كما أوضحنا في رسالتنا "مدارج طبقات الحديث" ۱۳۱۳ھ.

"جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ مدارج طبقات الحدیث میں اس کی وضاحت کر دی ہے۔"

پھر چوتھی منزل تو فلک چہارم کی بلندی ہے جس پر نور اجتہاد سے آفتاب منیر ہی ہو کر رسائی ہے۔ امام ائمۃ المحدثین محمد بن اسماعیل بخاری سے زیادہ ان میں کون منازل ثلاثہ کے منتہیٰ کو پہنچا۔ پھر جب مقام احکام ونقض وابرام میں آتے ہیں وہاں "صحیح بخاری" و "عمدۃ القاری" وغیرہا بنظر انصاف دیکھا چاہئے۔ بکری کے دودھ کا قصہ معروف ومشہور ہے۔ امام عیسیٰ بن ابان کے اشتغال حدیث پھر ایک مسئلہ میں [۲] دو جگہ خطا کرتے اور تلامذۂ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ملازم خدمت بننے کی روایت معلوم وماثور ہے۔ والہذا امام اجل سفیان بن عیینہ کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وامام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ اور امام بخاری وامام مسلم کے استاذ الاستاذ اور اجلۂ ائمہ محدثین وفقہائے مجتہدین تبع تابعین سے ہیں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ارشاد فرماتے ہیں:

"الحديث مضلّة إلا للفقهاء" [۱]

"حدیث سخت گمراہ کرنے والی ہے مگر مجتہدوں کو۔"

علامہ ابن الحاج مکی مدخل میں فرماتے ہیں:

"يريد أنّ غيرهم قد يحمل الشئ على ظاهره وله تأويل من حديث غيره أو دليل يخفى عليه أو متروك أو جب تركه غير شئ مما لا يقوم به إلا من استبحر وتفقه" [۲]

(۱) المدخل لابن الحاج، جلد اول، ص: ۱۲۸، فصل فی ذکر النعوت، مطبوعہ: مکتبہ دار التراث، قاہرہ، مصر۔

(۲) نفس مرجع

یعنی امام سفیان کی مراد یہ ہے کہ غیر مجتہد کبھی ظاہر حدیث سے جو معنے سمجھ میں آتے ہیں ان پر جم جاتا ہے حالانکہ دوسری حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ یہاں مراد کچھ اور ہے، یا وہاں کوئی اور دلیل ہے جس پر اس شخص کو اطلاع نہیں، یا متعدد اسباب ایسے ہیں جن کی وجہ سے اس پر عمل نہ کیا جائے گا۔ ان باتوں پر قدرت نہیں پاتا مگر وہ جو علم کا دریا بنا اور منصب اجتہاد تک پہنچا۔

خود حضور پرنور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"نضر الله عبداً سمع مقالتي فحفظها ووعاها و أداها فربّ حامل فقه غير فقيه و ربّ حامل فقه إلى من هو أفقه منه [1] أخرجه إمام الشافعي و الإمام أحمد والدارمي و أبوداؤد و الترمذي وصححه و ابن ماجة والضياء في المختارة و البيهقي في "المدخل" عن زيد بن ثابت والدارمي عن جبير بن مطعم و نحوه أحمد و الترمذي و ابن حبان بسند صحيح عن ابن مسعود والدارمي عن أبى الدرداء رضى الله تعالى عنهم

(۱) مسند احمد بن حنبل، جلد چہارم، مسند المدنیین، حدیث جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ، حدیث نمبر: ۱۶۷۴۳، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان۔ طباعت اول: ۱۴۱۳ھ۔ ۱۹۹۳م۔

☆ سنن الدارمی، جلد اول، ص: ۸۶، باب الاقتداء بالعلماء، حدیث نمبر: ۲۲۸، مطبوعہ: دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان، طباعت ثانی: ۱۴۱۷ھ۔ ۱۹۹۷م۔

☆ سنن ابوداؤد، کتاب العلم، باب فضل نشر العلم، حدیث نمبر: ۳۶۶۲، مطبوعہ: جمعیۃ المکنز الاسلامی، قاہرہ، مصر، سن اشاعت: ۱۴۲۱ھ۔ ۲۰۰۰م۔

☆ جامع الترمذی، کتاب العلم، باب: ما جاء فی الحث علی تبلیغ السماع، حدیث نمبر: ۲۸۶۸، مطبوعہ: جمعیۃ المکنز الاسلامی، قاہرہ، مصر، سن اشاعت: ۱۴۲۱ھ۔ ۲۰۰۰م۔

☆ سنن ابن ماجہ، مقدمہ، باب من بلغ علما، حدیث نمبر: ۲۳۵، مطبوعہ: جمعیۃ المکنز الاسلامی، قاہرہ، مصر، سن اشاعت: ۱۴۲۱ھ۔ ۲۰۰۰م۔

☆ مشکوۃ المصابیح مع شرح مرقاۃ، امام محمد بن عبد اللہ تبریزی، جلد اول، ص: ۴۴۰، کتاب العلم، تحقیق: شیخ جمال، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، طباعت اول ۱۴۲۲ھ۔ ۲۰۰۱م۔

أجمعين.

”اللہ تعالیٰ اس بندے کو سرسبز کرے جس نے میری حدیث سن کر یاد کی اور اسے دل میں جگہ دی اور ٹھیک ٹھیک اوروں کو پہنچادی کہ بہتیروں کو حدیث یاد ہوتی ہے مگر اس کے فہم وفقہ کی لیاقت نہیں رکھتے، اور بہتیرے اگر چہ لیاقت رکھتے ہیں۔ دوسرے ان سے زیادہ فہیم وفقیہ ہوتے ہیں (امام شافعی، امام احمد، دارمی، ابوداؤد اور ترمذی نے اس کی تخریج کی اور اس کو صحیح قرار دیا نیز اس کی تخریج کی ابن ماجہ، ضیاء نے مختارہ میں اور بیہقی نے ”مدخل“ میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، اور دارمی واحمد نے جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، اور ترمذی وابن حبان نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، اور دارمی نے حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، اللہ تعالیٰ ان سب پر راضی ہو)“

فقط حدیث معلوم ہو جانا فہم حکم کے لئے کافی ہوتا تو اس ارشاد اقدس کے کیا معنی تھے!

امام ابن حجر مکی شافعی کتاب "الخیرات الحسان "میں فرماتے ہیں امام محدثین سلیمان اعمش تابعی جلیل القدر سے کہ اجلۂ ائمۂ تابعین وشاگردان حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہیں کسی نے کچھ مسائل پوچھے، اس وقت ہمارے امام اعظم سیدنا ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حاضر مجلس تھے، امام اعمش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ مسائل ہمارے امام سے پوچھے، امام نے فوراً جواب دیئے۔ امام اعمش نے کہا: یہ جواب آپ نے کہاں سے پیدا کئے؟ فرمایا: ان حدیثوں سے جو میں نے خود آپ ہی سے سنی ہیں، اور وہ حدیثیں مع سند روایت فرمادیں۔ امام اعمش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

"حسبكَ ما حدثتك به في مائة يوم تحدثني به في ساعة واحدة، ما علمت أنك تعمل بهذه الأحاديث يا معشر الفقهاء أنتم الأطباء و نحن الصيادلة و أنت أيها الرجل أخذت بكلا الطرفين"[1]

"بس کیجئے جو حدیثیں میں نے سو دن میں آپ کو سنائیں آپ گھڑی بھر میں مجھے سنائے دیتے ہیں۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ ان حدیثوں میں یوں عمل کر دیتے ہیں۔ اے فقہ والو! تم طبیب ہو اور محدث لوگ عطار ہیں، یعنی دوائیں پاس ہیں مگر ان کا طریق استعمال تم مجتہدین جانتے ہو۔ اور اے ابو حنیفہ! تم نے تو فقہ و حدیث دونوں کنارے لے لئے۔"

"والحمد لله رب العلمين ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء، والله ذوالفضل العظيم"

"اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو کل جہانوں کا پروردگار ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ عظیم فضل والا ہے۔"

اب باقی رہی منزل چہارم، اور تو نے کیا جانا کیا ہے منزل چہارم، سخت ترین منازل دشوار ترین مراحل، جس کے سائر نہیں مگر اقل قلائل، اس کی قدر کون جانے![1]

گدائے خاک نشینی تو حافظا مخروش | کہ نظم مملکت خویش خسرواں دانند[2]

"اے حافظ! تو خاک نشین گداگر ہے شور مت مچا، کیوں کہ اپنی سلطنت کے نظام کو بادشاہ ہی جانتے ہیں۔"

منزل چہارم: اس کے لئے واجب ہے کہ جمیع لغات عرب و فنون ادب و وجوہ تخاطب

---

(۱) الخیرات الحسان، امام ابن حجر مکی، ص: ۶۹، الفصل الثلاثون، مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ، مصر، سن اشاعت: ۱۳۲۴ھ۔

(۲) دیوان حافظ، ص: ۲۵۸، ردیف شین معجمہ، مطبوعہ: سب رنگ کتاب گھر، دہلی، انڈیا۔

وطرق تفاہم واقسام نظم وصنوف معنی، وادراک علل وتنقیح مناط واستخراج جامع وعرفان مانع و موارد وتعدیہ ومواضع قصر ودلائل حکم آیات، واحادیث، واقاویل صحابہ وائمہ فقہ قدیم وحدیث و مواقع تعارض، واسباب ترجیح، ومناہج توفیق ومدارج دلیل ومعارک تاویل، ومسالک تخصیص ومناسک تقیید ومشارع قیود، وشوارع مقصود وغیر ذلک پر اطلاع تام ووقوف عام ونظر غائر و ذہن رفیع، وبصیرت ناقدہ وبصر منیع رکھتا ہو، جس کا ایک ادنیٰ اجمال امام شیخ الاسلام زکریا انصاری قدس سرہ الباری نے فرمایا کہ:

"إیاکم أن تبادروا إلى الإنكار على قول مجتهد أو تخطئته إلا بعد احاطتكم بأدلّة الشريعة كلّها و معرفتكم بجميع لغات العرب التي احتوت عليها الشريعة و معرفتكم بمعانيها وطرقها".

"خبردار مجتہد کے کسی قول پر انکار یا اسے خطا کی طرف نسبت نہ کرنا جب تک شریعت مطہرہ کی تمام دلیلوں پر احاطہ نہ کرلو، جب تک تمام لغت عرب جن پر شریعت مشتمل ہے پہچان نہ لو، جب تک ان کے معانی ان کے راستے جان نہ لو۔"

اورساتھ ہی فرمادیا "وأنّى لكم بذلك" بھلا کہاں تم اور کہاں یہ احاطہ۔ نقله الإمام العارف بالله عبدالوهاب الشعراني في "الميزان" [1]

"اس کو خداشناس امام عبدالوہاب شعرانی نے "میزان" میں نقل فرمایا۔"

"ردالمحتار" جس کی عبارت سوال میں نقل کی خود اسی "ردالمحتار" میں اسی عبارت کے متصل اس کے معنی فرمادیے تھے کہ وہ سائل نے نقل نہ کیے، فرماتے ہیں:

---

(۱) میزان الشریعۃ الکبریٰ، جلد اول ص: ۳۹ فصل فان ادعی احد من العلماء ..... ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان۔

"ولا يخفى أن ذلك لمن كان أهلاً للنظر في النصوص ومعرفة محكمها من منسوخها فإذا نظر أهل المذهب في الدليل و عملوا به صح نسبته إلى المذاهب"۔[1]

"یعنی ظاہر ہے کہ امام کا یہ ارشاد اس شخص کے حق میں ہے جو نصوص شرع میں نظر اور ان کے محکم و منسوخ کو پہچاننے کی لیاقت رکھتا ہو۔ تو جب اصحاب مذہب دلیل میں نظر فرما کر اس پر عمل کریں، اس وقت اس کی نسبت مذہب کی طرف صحیح ہے۔"

اور شک نہیں کہ جو شخص ان چاروں منازل کو طے کر جائے وہ مجتہد فی المذہب ہے، جیسے مذہب مہذب حنفی میں امام ابو یوسف و امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما بلا شبہ ایسے ائمہ کو اس حکم و دعوے کا منصب حاصل ہے اور وہ اس کے باعث اتباع امام سے خارج نہ ہوئے کہ اگرچہ صورۃً اس جزئیہ میں خلاف کیا مگر معنیً اذن کلی امام پر عمل فرمایا پھر وہ بھی اگرچہ ماذون بالعمل ہوں۔ یہ جزمی دعویٰ کہ اس حدیث کا مفاد خواہی نخواہی مذہب امام ہے نہیں کر سکتے، نہایت کار ظن ہے، ممکن کہ ان کے مدارک مدارک عالیہ امام سے قاصر رہے ہوں۔ اگر امام پر عرض کرتے وہ قبول فرماتے تو مذہب امام ہونے پر تیقن تام وہاں بھی نہیں۔ خود اجل ائمہ مجتہدین فی المذہب قاضی الشرق والغرب سیدنا امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ جن کے مدارج رفیعہ حدیث کو موافقین ومخالفین مانے ہوئے ہیں۔

مناقب امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام مزنی تلمیذ جلیل امام شافعی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

---

(۱) ردالمحتار، محقق ابن عابدین شامی، جلد اول، ص ۱۶۷، مقدمۃ الکتاب، تحقیق: شیخ عادل احمد، شیخ علی محمد، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، طباعت ثانی: ۱۴۲۴ھ۔۲۰۰۳م۔

"هو أتبع القوم للحديث"۔[1] ''وہ سب قوم سے بڑھ کر حدیث کے پیروکار ہیں۔''

امام احمد بن حنبل نے فرمایا:

"منصف في الحديث"۔[2] ''وہ حدیث میں منصف ہیں۔''

امام یحییٰ بن معین نے باآں تشدد شدید فرمایا:

"ليس في أصحاب الرأي أكثر حديثا و لا أثبت من أبي يوسف"۔[3] ''اصحاب رائے میں امام ابو یوسف سے بڑھ کر کوئی محدث نہیں اور نہ ہی ان سے بڑھ کر کوئی مستحکم ہے۔''

نیز فرمایا:

"صاحب حديث و صاحب سُنة"۔[4] ''وہ صاحب حدیث و صاحب سنت ہیں۔''

امام ابن عدی نے کامل میں کہا:

"ليس في أصحاب الرأي أكثر حديثا منه"۔[5] ''اصحاب رائے میں امام ابو یوسف سے زیادہ بڑا کوئی محدث نہیں۔''

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ، امام شمس الدین ذہبی، جلد اول، ص:۲۱۴، الطبقۃ السادسۃ، ترجمہ: امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم قاضی، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، طباعت اول:۱۴۱۹ھ۔ ۱۹۹۸م۔

☆ میزان الاعتدال فی نقد الرجال، امام شمس الدین ذہبی، جلد ۷، ص:۲۷۲، تحقیق: شیخ علی محمد، شیخ عادل، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، طباعت اول:۱۴۱۶ھ۔ ۱۹۹۵م۔

(۲) تذکرۃ الحفاظ، امام شمس الدین ذہبی، جلد اول، ص:۲۱۴، الطبقۃ السادسۃ، ترجمہ: امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم قاضی، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، طباعت اول:۱۴۱۹ھ۔ ۱۹۹۸م۔

(۳) میزان الاعتدال، امام شمس الدین ذہبی، جلد اول، ص:۲۷۳، ترجمہ: امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم قاضی، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، طباعت اول:۱۴۱۶ھ۔ ۱۹۹۵م۔

☆ تذکرۃ الحفاظ، امام شمس الدین ذہبی، جلد اول، ص:۲۱۴، الطبقۃ السادسۃ، ترجمہ: امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم قاضی، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، طباعت اول:۱۴۱۹ھ۔ ۱۹۹۸م۔

(۴) تذکرۃ الحفاظ، امام شمس الدین ذہبی، جلد اول، ص:۲۱۴، الطبقۃ السادسۃ، ترجمہ: امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم قاضی، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، طباعت اول:۱۴۱۹ھ۔ ۱۹۹۸م۔

(۵) میزان الاعتدال، امام شمس الدین ذہبی، جلد اول، ص:۲۷۲، ترجمہ: امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم قاضی، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، طباعت اول:۱۴۱۶ھ۔ ۱۹۹۵م۔

امام عبد اللہ ذہبی شافعی نے اس جناب کو حفاظ حدیث میں شمار اور کتاب تذکرۃ الحفاظ میں بعنوان "الإمام العلامة فقيه العراقين" [1] "امام بہت علم والا عراقیوں کا فقیہ۔" ذکر کیا۔

فضیلت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ امام ابو یوسف بایں جلالت شان حضور سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت فرماتے ہیں:

"ماخالفته في شيء قط فتدبرته إلا رأيت مذهبه الذي ذهب إليه أنجى في الآخرة وكنت ربما ملت إلى الحديث فكان هو أبصر بالحديث الصحيح منّي" [2]

"کبھی ایسا نہ ہوا کہ میں نے کسی مسئلہ میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خلاف کر کے غور کیا ہو، مگر یہ کہ انہیں کے مذہب کو آخرت میں زیادہ وجہ نجات پایا، اور بارہا ہوتا کہ میں حدیث کی طرف جھکتا پھر تحقیق کرتا تو امام مجھ سے زیادہ حدیث صحیح کی نگاہ رکھتے تھے۔"

نیز فرمایا: امام جب کسی قول پر جزم فرماتے میں کوفہ کے محدثین پر دورہ کرتا کہ دیکھوں ان کی تقویت قول میں کوئی حدیث یا اثر پاتا ہوں، بارہا دو تین حدیثیں میں امام کے پاس لے کر حاضر ہوتا ان میں سے کسی کو فرماتے صحیح نہیں کسی کو فرماتے معروف نہیں۔ میں عرض کرتا حضور کو اس کی کیا خبر حالانکہ یہ تو قول حضور کے موافق ہیں۔ فرماتے: میں اہل کوفہ کا عالم ہوں۔

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ، امام شمس الدین ذہبی، جلد اول، ص: ۲۱۴، الطبقۃ السادسۃ، ترجمہ: امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم قاضی، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، طباعت اول: ۱۴۱۹ھ۔ ۱۹۹۸م۔

(۲) الخیرات الحسان، امام ابن حجر مکی، ص: ۶۹، الفصل الثلاثون، مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ مصر، سن اشاعت: ۱۳۲۴ھ۔

"ذکر کلّه الإمام ابن الحجر في الخیرات الحسان".[1]

"یہ سب کچھ امام ابن حجر نے "الخیرات الحسان" میں ذکر فرمایا ہے۔"

اکابرین امت کی نسبت روایات مذہب میں ترجیح کی اہلیت پر صاحب ''ردالمحتار'' کی تصریح

بالجملہ نابالغان رتبۂ اجتہاد نہ اصلا اس کے اہل، نہ ہرگز یہاں مراد، نہ کہ آج کل کے مدعیان خامکار جاہلان بیوقار کہ من وتو کا کلام سمجھنے کی لیاقت نہ رکھیں، اور اساطین دین الٰہی کے اجتہاد پر کھیں۔ اسی ''ردالمحتار'' کو دیکھا ہوتا کہ انہیں امام ابن الشحنہ وعلامہ محمد بن محمد البہنسی استاذ علامہ نورالدین علی قادری باقانی وعلامہ عمر بن نجیم مصری صاحب نہرالفائق وعلامہ محمد بن علی دمشقی حصکفی صاحب درمختار وغیرہم کیسے کیسے اکابر کی نسبت صریح کی کہ مخالفت مذہب درکنار، روایات مذہب میں ایک کو راجح بتانے کے اہل نہیں۔ کتاب الشہادات باب القبول میں علامہ سائحانی سے ہے:

"ابن الشحنة لم یکن من أھل الاختیار".[2]

''ابن شحنہ اہل اختیار میں سے نہیں تھا۔''

کتاب الزکوٰۃ صدقۂ فطر میں ہے:

"البھنسي لیس من أصحاب التصحیح".[3]

''البہنسی اصحاب تصحیح میں سے نہیں۔''

---

(۱) مرجع سابق

(۲) ردالمحتار، محقق ابن عابدین شامی، جلد۸، ص:۲۰۳، کتاب الشہادات، باب القبول وعدمہ، تحقیق: شیخ عادل، شیخ علی محمد، مطبوعہ: دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، طباعت ثانی: ۱۴۲۴ھ۔۲۰۰۳م۔

(۳) ردالمحتار، محقق ابن عابدین شامی، جلد۳، ص:۳۱۹، کتاب الزکوٰۃ، باب صدقۃ الفطر، تحقیق: شیخ عادل، شیخ علی محمد، مطبوعہ: دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، طباعت ثانی: ۱۴۲۴ھ۔۲۰۰۳م۔

کتاب الطلاق باب الحضانہ میں ہے:

"صاحب النهر ليس من أهل الترجيح۔"[1]

"صاحب نہر الفائق اہل ترجیح میں سے نہیں۔"

کتاب الرہن میں ایک بحث علامہ شارح کی نسبت ہے:

"لا حاجه إلى إثباته بالبحث والقياس الذي لسنا أهلا له۔"[2]

"اس کو بحث وقیاس کے ساتھ ثابت کرنے کی ضرورت نہیں جس کے ہم اہل نہیں ہیں۔"

ان کی بھی کیا گنتی خود اکابر اراکین مذہب اعاظم اجلہ رفیع الرتب مثل امام کبیر خصاف و امام اجل ابو جعفر طحاوی و امام ابو الحسن کرخی و امام شمس الائمہ حلوانی و امام شمس الائمہ سرخسی و امام فخر الاسلام بزدوی و امام فقیہ النفس قاضیخاں و امام ابو بکر رازی و امام ابو الحسن قدوری و امام برہان الدین فرغانی صاحب ہدایہ وغیرہم اعاظم کرام "أدخلهم الله تعالى في دار السلام" (اللہ تعالیٰ ان کو سلامتی والے گھر میں داخل فرمائے۔) کی نسبت علامہ ابن کمال باشا رحمہ اللہ تعالیٰ سے تصریح نقل کی:

"أنهم لا يقدرون على شيء من المخالفة لا في الأصول ولا في الفروع۔"[3]

"وہ اصلاً مخالفت امام پر قدرت نہیں رکھتے، نہ اصول میں نہ فروع میں۔"

---

(۱) رد المحتار، محقق ابن عابدین شامی، جلد ۵، ص: ۲۶۱، کتاب الطلاق، باب الحضانۃ، مطلب فی لزوم اجرۃ مسکن الحضانۃ، تحقیق: شیخ عادل، شیخ علی محمد، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، طباعت ثانی: ۱۴۲۴ھ۔ ۲۰۰۳م۔

(۲) رد المحتار، محقق ابن عابدین شامی، جلد ۱۰، ص: ۹۲، کتاب الرہن، تحقیق: شیخ عادل، شیخ علی محمد، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، طباعت ثانی: ۱۴۲۴ھ۔ ۲۰۰۳م۔

(۳) رد المحتار، محقق ابن عابدین شامی، جلد اول، ص: ۲۹، مقدمۃ التحقیق، تحقیق: شیخ عادل، شیخ علی محمد، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، طباعت ثانی: ۱۴۲۴ھ۔ ۲۰۰۳م۔ یہ عبارت کتاب میں نہیں مل سکی البتہ اسی مفہوم کی عبارت موجود ہے اور وہ یہ ہے: "أنهم لا يقدرون على المخالفة للشيوخ لا في الأصول ولا في الفروع۔"

للہ انصاف! اللہ عزوجل کے حضور جانا اور اسے منہ دکھانا ہے۔ ایک ذرا دیر منہ زوری، ہٹ دھرمی، ڈھٹائی، ہٹ دھرمی کی نہیں سہی۔ آدمی اپنے گریبان میں منہ ڈالے اور ان اکابر ائمہ عظام کے حضور اپنی لیاقت قابلیت کو دیکھے بھالے تو کہیں تحت الثریٰ تک بھی پتا چلتا ہے۔ ایمان نہ نکلے تو ان کے ادنیٰ شاگردان شاگرد کی شاگردی و کفش برداری کی لیاقت نہ نکلے۔ خدا راجو شکاران شیران شرزہ کی جست سے باہر ہو لومڑیاں گیدڑ اس پر ہمکنا چاہیں۔ ہاں اس کا ذکر نہیں جسے ابلیس مرید اپنا مرید بنائے۔ اور اپنی تقلید سے تمام ائمہ امت کے مقابل انا خیر منہ (میں اس سے بہتر ہوں۔) سکھائے۔ جان برادر! دین سنبھالنا ہے یا بات پالنا۔ چند منٹ تک خفگی، جھنجھلاہٹ، شوخی، تلملاہٹ کی نہیں بدی ذرا لیاقتی دعووں کے آثار تو ملاحظہ ہوں۔ تمام غیر مقلدان زمانہ کے سرد سرگروہ سب سے اونچی چوٹی کے کوہ پر شکوہ سب سے بڑے محدث متوحد سب میں چھٹے امام متفرد علامۃ الدہر مجتہد الدہر العصر جناب میاں نذیر حسین صاحب دہلوی ہداہ اللہ تعالیٰ الی الصراط السوی ہیں۔ انہیں کی لیاقت و قابلیت کا اندازہ کیجئے۔ فقیر نے بضرورت سوال سائلین جو اسی ماہ رواں میں صرف ایک مسئلہ جمع بین الصلوتین کے متعلق حضرت کی حدیث دانی کھولی۔ ماشاء اللہ وہ وہ نزاکتیں پائیں کہ باایں گردش و کہن سالی آج تک پیر فلک کو بھی نظر نہ آئیں۔ تفصیل درکار ہو تو فقیر کا رسالہ مذکورہ حاجز البحرین ملاحظہ ہو۔

یہاں اجمالاً معروض:

دہلوی مجتہد کی حدیث دانی اور ایک ہی مسئلہ میں اتنی گل فشانی

(۱) حضرت کو ضعیف محض متروک میں تمیز نہیں۔

(۲) تشیع در فض میں فرق نہیں۔

(۳) "فلان یغرب" و "فلان غریب الحدیث" میں امتیاز نہیں۔

(۴) غریب ومنکر میں تفرقہ نہیں۔

(۵) "فلان یھم" کو وہمی کہنا جانیں۔

(۶) "له أوهام" کا یہی مطلب مانیں۔

(۷) حدیث مرسل تو مردود ومخذول وعنعنہ مدلس ماخوذ ومقبول۔

(۸) ستم جہالت کہ وصل متاخر کو تعلیق بتائیں، مثلاً محدث کہے:

"رواه مالك عن نافع عن ابن عمر حدثنا بذلك، فلان عن فلان عن مالك"۔

''اس کو امام مالک نے نافع سے اور انہوں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا، ہم کو ایسے ہی حدیث بیان کی فلاں نے فلاں سے اور اس نے امام مالک سے۔''

حضرت اسے معلق ٹھہرائیں اور "حدثنا بذلك" کو ہضم کر جائیں۔

(۹) صحیح حدیثوں کو نری زبان زوریوں سے مردود ومنکر وواہیات بتائیں۔

(۱۰) حدیث ضعیف جس کے منکر ومعلول ہونے کی امام بخاری وغیرہ اکابر ائمہ نے تصریح کی محض بیگانہ تقریروں سے اسے صحیح بنائیں۔

(۱۱) ضعف حدیث کو ضعف رواۃ پر مقصور جانیں۔ ہنگام ثقہ رواۃ علل قوادح کو لاشی، مانیں۔

(۱۲) معرفت رجال میں وہ جوش تمیز کہ امام اجل سلیمان اعمش عظیم القدر جلیل الفخر تابعی مشہور معروف کو سلیمان بن ارقم ضعیف سمجھیں۔

(۱۳) خالد بن الحارث ثقہ ثبت کو خالد بن مخلد قطوانی کہیں۔

(۱۴) ولید بن مسلم ثقہ مشہور کو ولید بن قاسم بنالیں۔

(۱۵) مسئلہ تقوی طرق سے نرے غافل۔

(۱۶) راوی مجروح و مرجوح کے فرق بدیہی سے محض جاہل۔

(۱۷) متابع و مدار میں تمیز دو بھر صاف صاف متابعت ثقات وہ بھی باقرب وجوہ پیش نظر، مگر بعض طرق میں بزعم شریف وقوع ضعیف سے حدیث خفیف۔

(۱۸) جابجا طرق جلیلہ موضحۃ المعنی مشہور و متداول کتابوں خود صحیحین و سنن اربعہ میں موجود۔ انہیں تک رسائی محال۔ باقی کتب سے جمع طرق و احاطہ الفاظ اور مبانی و معانی کے محققانہ لحاظ کی کیا مجال۔

(۱۹) تصحیح و تضعیف میں قول ائمہ جبھی مقبول کہ خود ان کی تصانیف میں مذکور و منقول، ورنہ نقل ثقات مردود و مخذول۔

(۲۰) اجلہ رواۃ بخاری و مسلم بے وجہ وجیہہ و دلیل ملزم کوئی مردود و خبیث کوئی متروک الحدیث مثل امام بشر بن بکر تنیسی و محمد بن فضیل بن غزوان کوفی و خالد بن مخلد ابو الہیثم بجلی۔ بھلا یہ تو بخاری و مسلم کے خاص خاص رجال بے مساغ و مجال پر فقط منہ آیے۔

اس سے بڑھ کر سنیئے کہ حضرت کی حدیث دانی نے صحاح ستہ کے رد و ابطال کو قواعد سبعہ وضع فرمائے کہ جس راوی کو تقریب میں صدوق [۱] رمی بالتشیع یا صدوق [۲] تشیع یا ثقہ [۳] یغرب یا صدوق [۴] یخطی یا صدوق [۵] یہم یا صدوق [۶] لہ اوہام لکھا ہو وہ سب ضعیف و مردود الروایت و متروک الحدیث ہیں، حالانکہ باقی صحاح درکنار، خود صحیحین میں ان اقسام کے راوی دو چار نہیں، دس بیس نہیں سینکڑوں ہیں۔ چھ [۶] قاعدے تو یہ

ہوئے (۷) جس سند میں کوئی راوی غیر منسوب واقع ہو، مثلاً "حدثنا خالد عن شعبة عن سليمان" اسے بر عایت قرب طبقہ و روایات مخرج جو ضعیف راوی اس نام کا ملے رجماً بالغیب جزماً بالترتیب اس پر حمل کر لیجیے، اور ضعف حدیث و سقوط روایت کا حکم کر دیجیے۔

مسلمانو! حضرت کے یہ قواعد سبعہ پیش نظر رکھ کر بخاری و مسلم سامنے لائیے اور جو جو حدیثیں ان مخترع محدثات پر رد ہوتی جائیں کاٹتے جائیے، اگر دونوں کتابیں آدھی تہائی بھی باقی رہ جائیں تو میرا ذمہ، خدا نہ کرے کہ مقلدین ائمہ کا کوئی متوسط طالب علم بھی اتنا بوکھلایا ہو۔ معاذ اللہ! جب ایک مسئلہ میں یہ کوتک تو تمام کلام کا کمال کہاں تک،" العظمة لله "! جب پرانے پرانے چوٹی کے سیانے جنہیں طائفہ بھر اپنی ناک مانے، اونچے پائے کا مجتہد جانے، ان کی لیاقت کا یہ اندازہ کہ نری شیخی اور تین کانے۔ تو نئی امت چھٹ بھیوں کی جماعت کس گنتی شمار میں، کس شمار قطار میں! " لا في العير و لا في النفير والعياذ بالله من شر الشرير" (نہ عیر میں اور نہ ہی نفیر میں (نہ تین میں نہ تیرہ میں) شریر کے شر سے اللہ تعالٰی کی پناہ۔) مرزا صاحب و شاہ صاحب کیا عیاذاً باللہ ان جیسے بدعقل و عدیم الشعور تھے کہ اثبات احکام شریعت الٰہی و فہم احادیث رسالت پناہی صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ کی باگ ایسے بے مہاروں بے خرد نابکاروں کے ہاتھ میں دیتے۔ ان کا مطلب بھی وہی ہے کہ جو اس کا اہل ہو اسے عمل کی اجازت بلکہ ضرورت نہ کہ کودن نااہل بکھاری، ترجمی، مسکوۃ کے ترجمے میں ہلدی کی گرہ پائیں اور پنساری بن جائیں یا بنگالی بھوپالی کسی مذہب کو اپنے زعم میں خلاف حدیث بتائیں، تو اللہ عزوجل تقلید ائمہ حرام کر کے فرض فرما دے کہ بھوپالی بنگالی پر ایمان لے آئیں۔

مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے ایک مکتوب سے استدلال

جان برادر! یہ بودی تقلید تو اب بھی رہی۔ ابو حنیفہ و محمد کی تو نہ ہوئی، بھوپالی بنگالی کی سہی۔ وائے بے انصافی کہ شاہ صاحب و مرزا صاحب کے کلام کے یہ معنی مانیں اور انہیں معاذ اللہ دائرۂ عقل سے خارج جانیں، حالانکہ ان دونوں صاحبوں کے ہادی بالا مرشد اعلیٰ دونوں صاحبوں کے آقائے نعمت مولائے بیعت دونوں صاحبوں کے امام ربانی جناب شیخ مجدد الف ثانی صاحب اپنے مکتوبات جلد اول مکتوب ۳۱۲ میں فرماتے ہیں:

"مخدوما! احادیث نبوی علی مصدرہا الصلوٰۃ والسلام در باب جواز اشارت سبابہ بسیار وارد شدہ اند، وبعضے از روایات فقہیہ حنفیہ نیز دریں باب آمدہ .... وغیر ظاہر مذہب است، وآنچہ امام محمد شیبانی گفتہ" كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يشير ونصنع كما يصنع النبي عليه وعلىٰ آله الصلوة والسلام ثم قال هذا قولي وقول أبي حنيفة رضي الله تعالىٰ عنهما **" از روایات نوادر است نہ روایات اصول .... ہرگاہ در روایات معتبرہ حرمت اشارہ واقع شدہ باشد، وبر کراہت اشارت فتویٰ دادہ باشند.... ما مقلدان را نمی رسد کہ بمقتضائے احادیث عمل نمودہ جرأت در اشارت نمائیم و بہ فتاوائے چندین علماء مجتہدین مرتکب امر محرم و مکروہ و منہی گردیم مرتکب ایں امر از حنفیہ یا علمائے مجتہدین را علم احادیث معروفہ جواز اشارت اثبات نمی نماید یا.... انگارد کہ اینہا بمقتضاء آراء خود بر خلاف احادیث حکم بر حرمت و کراہت کردہ اند، وایں ہر دو شق فاسد است تجویز نہ کند آنرا مگر سفیہ یا معاند... حسن ظن ما بایں اکابر دین آنست کہ تا زمانیکہ دلیل حرمت یا کراہت دریں باب برایشاں ظاہر نشدہ است حکم بحرمت یا کراہت نہ کردہ اند۔۔**

. . . غاية ما في الباب ماراعلم بآں دلیل نیست۔ واین معنے مستلزم قدح اکابر نیست۔ اگر کسے گوید کہ ماعلم بخلاف آں دلیل داریم، گوئیم کہ علم مقلد در اثبات حل وحرمت معتبر نیست۔ دریں باب ظن بہ مجتہد معتبر است . . . . . احادیث راایں اکابر بواسطہ قرب عہد ووفور علم و حصول ورع وتقوٰے از ماد ورافتادگاں بہترے دانستند۔ وصحت وسقم ونسخ وعدم نسخ آنہارابیشتر از ماں شناختند، البتہ وجہ موجہ داشتہ باشند در ترک عمل، بمقتضائے ایں احادیث علٰی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام . . . . . وآنچہ از امام اعظم منقول است کہ اگر حدیثے مخالف قول من بیابید قول مراترک کنید بر حدیث عمل نمائید۔ مراد ازاں حدیثے است کہ بحضرت امام نرسیدہ است، وبنابر عدم علم ایں حدیث حکم بخلاف آں فرمودہ است واحادیث اشارت ازاں قبیل نیست۔ . . . اگر گویند کہ علمائے حنفیہ بر جواز اشارت نیز فتوٰے دادہ اند بمقتضائے فتاوائے متعارضہ بہر طرف کہ عمل مجوز باشد، گوئیم اگر تعارض در جواز وعدم جواز وحل وحرمت واقع شود، ترجیح جانب عدم جواز را است[1]، ملتقطا"

"اے مخدوم گرامی! احادیث نبوی (ان کے مصدر پر درود وسلام ہو) تشہد میں اشارہ سبابہ کے جواز کے باب میں بہت وارد ہوئی ہیں اور اس باب میں فقہ حنفی کی بھی بعض روایات آئی ہیں جو کہ ظاہر مذہب کے غیر ہیں۔ اور وہ جو امام محمد شیبانی نے کہا ہے کہ "رسول اللہ ﷺ انگلی شہادت سے اشارہ کرتے تھے اور ہم بھی اسی طرح اشارہ کرتے ہیں جس طرح حضور علیہ الصلوۃ والسلام کرتے تھے۔" پھر امام محمد نے فرمایا یہی میرا قول اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ کا قول ہے روایات نوادر میں سے ہے نہ روایات اصول میں سے، جب کہ

---

(۱) مکتوبات امام ربانی ص:۲۵۹ تا ۲۶۲، مکتوب نمبر:۳۱۲، مطبوعہ: مکتبہ ایشیق، استانبول، ترکی، سن اشاعت: ۱۳۹۷ھ ۱۹۹۷م

معتبر روایات میں اشارے کی حرمت واقع ہو چکی ہے اور اشارے کے مکروہ ہونے پر فتوی دیا گیا ہے۔ ہم مقلدوں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ حدیث کے مقتضا کے مطابق عمل کر کے اشارہ کرنے کی جرأت کریں۔ حنفیہ میں سے اشارہ سبابہ کا ارتکاب کرنے والا دو حال سے خالی نہیں، یا تو ان علمائے مجتہدین کے لئے جواز اشارہ میں معروف احادیث کا علم تسلیم نہیں کرتا یا ان کو ان احادیث کا عالم جانتا ہے۔ لیکن ان بزرگوں کے لئے ان احادیث کے مطابق عمل جائز تسلیم نہیں کرتا۔ اور خیال یہ کرتا ہے کہ ان بزرگوں نے اپنے خیالات کے مطابق احادیث کے خلاف حرمت اور کراہت کا حکم صادر فرمایا ہے یہ دونوں شقیں فاسد ہیں انہیں وہی جائز قرار دے گا جو بیوقوف ہو یا ضدی۔ ان اکابر کے ساتھ ہمارا حسن ظن یہ ہے کہ اس باب میں جب تک ان پر حرمت یا کراہت کی دلیل ظاہر نہیں ہوئی حرمت یا کراہت کا انہوں نے حکم نہیں لگایا۔ زیادہ سے زیادہ اس باب میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں اس دلیل کا علم نہیں ہے اور یہ معنی اکابر میں کسی عیب کو مستلزم نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ ہم اس دلیل کے خلاف علم رکھتے ہیں تو ہم کہیں گے کہ حلت وحرمت کے اثبات میں مقلد کا علم معتبر نہیں ہے بلکہ اس باب میں مجتہد کے ظن کا اعتبار ہے۔ یہ اکابر حدیث کو قرب زمانہ نبوی، زیادتی علم اور ورع وتقوی سے آراستہ ہونے کی وجہ سے ہم دور افتادوں سے بہتر جانتے تھے اور احادیث کی صحت و سقم اور ان کے نسخ وعدم نسخ کو ہم سے زیادہ پہچانتے تھے۔ انہیں ضرور کوئی معتبر دلیل ملی ہوگی تب ہی انہوں نے احادیث علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے مقتضے کے مطابق عمل نہیں کیا۔ اور وہ جو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ "اگر کوئی حدیث میرے قول کے مخالف پاؤ تو میرے قول کو چھوڑ دو اور

حدیث پر عمل کرو" تو اس حدیث سے مراد وہ حدیث ہے جو حضرت امام کو نہ پہنچی ہو۔ اور اس حدیث کو نہ جاننے کی بنا پر اس کے خلاف حکم فرمایا ہے اور اشارے کی حدیث اس قبیلہ سے نہیں۔ اگر کہیں کہ علمائے حنفیہ نے جواز اشارہ کا فتویٰ دیا ہے۔ لہٰذا متعارض فتاویٰ کے مطابق جس بات پر بھی عمل کر لیا جائے جائز ہے، ہم کہتے ہیں کہ اگر جواز وعدم جواز اور حلت وحرمت میں تعارض واقع ہو تو تعارض کی صورت میں ترجیح عدم جواز اور جانب حرمت کی ہوتی ہے، التقاط۔"

مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے رسالہ "مبدأو معاد" سے استدلال

نیز جناب موصوف کے رسالہ "مبدأو معاد" سے منقول:

"مدتے آرزوئے آں داشت کہ وجہے پیدا شود در مذہب حنفی تا در خلف امام قرأت فاتحہ نمودہ آید۔ اما بواسطۂ رعایت مذہب بے اختیار ترک قرأت مے کرد۔ وایں ترک را از قبیل ریاضت مے شمرد۔ آخر الامر اللہ تعالیٰ ببرکت رعایت مذہب کہ نقل از مذہب الحاد ست، حقیقت مذہب حنفی در ترک قرأت معموم ظاہر ساخت وقرأت حکمی از قرأت حقیقی در نظر بصیرت زیباتر نمود۔" [1]

"مجھے ایک عرصہ تک آرزو رہی کہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کی مذہب حنفی میں کوئی وجہ ظاہر ہو جائے، مگر بواسطہ رعایت مذہب بے اختیار ترک قرأت کرتا رہا اور اس ترک کو ریاضت کے قبیلے سے شمار کرتا رہا، آخر اللہ تعالیٰ نے رعایت مذہب کی برکت سے (کیوں کہ مذہب کی مخالفت الحاد ہے)

(۱) مبدأو معاد، امام ربانی شیخ احمد سرہندی، ص: ۴۷، مطبوعہ مکتبۃ الحقیقۃ، استنبول ترکی، سن اشاعت: ۱۴۰۹ھ۔ ۱۹۸۹م۔

مقتدی کی ترک قرأت کے بارے میں مذہب حنفی کی حقانیت ظاہر فرمائی، اور قرأت حکمی کو نظر بصیرت میں قرأت حقیقی سے خوب تر دکھایا۔"

کلام مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ سے پانچ وجوہ سے استدلال

ہاں صاحب! ان بزرگوں کے اقوال کی خبریں کہیے۔ ان بزرگوں کے بزرگ، بڑوں کے بڑے، اماموں کے امام کیا کچھ فرما رہے ہیں۔ ادعائے باطل عمل بالحدیث پر کیا کیا بجلیاں توڑتے گھنگھور بادل گرما رہے ہیں:

اولاً: تصریحاً تسلیم فرمایا کہ التحیات میں انگلی اٹھانا سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بہت حدیثوں میں وارد۔

ثانیاً: وہ حدیثیں معروف و مشہور ہیں۔

ثالثاً: مذہب حنفی میں بھی اختلاف ہے۔ روایت نوادر میں خود امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اشارہ فرماتے تھے ہم بھی کریں گے۔

رابعاً: صاف یہ بھی فرمادیا کہ یہی قول امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔

خامساً: نہ فقط روایت بلکہ علمائے حنفیہ کا فتویٰ بھی دونوں طرف ہے۔ با ایں ہمہ صرف اس وجہ سے کہ روایات اشارہ ظاہر الروایت نہیں۔ صاف صاف فرماتے ہیں کہ ہم مقلدوں کو جائز نہیں کہ حدیثوں پر عمل کرکے اشارے کی جرأت کریں۔ جب ایسی سہل و نرم حالت میں حضرت امام ربانی صاحب کا یہ قاہر ارشاد ہے تو جہاں فتوائے حنفیہ مختلف نہ ہو۔ جہاں سرے سے اختلاف روایت ہی نہ ہو وہاں خلاف مذہب امام حدیث پر عمل کرنے کو کیا کچھ نہ فرمائیں گے۔

کیوں صاحبو! کیا انہیں کو شاہ ولی صاحب نے کہا تھا کہ کھلا احمق ہے یا چھپا منافق۔ استغفر اللہ استغفر اللہ! ذرا تو شرماؤ، ذرا تو ڈرو، شاہ صاحب کی بزرگی سے حیا تو کرو۔ ان کی تو

کیا مجال تھی کہ معاذ اللہ وہ جناب مجددیت مآب کی نسبت ایسا گمان مردود و نا محمود رکھتے۔ وہ تو انہیں قطب الارشاد و ہادی و مرشد و دافع بدعات جانتے ہیں اور ان کی تعظیم کو خدا کی تعظیم، ان کے شکر کو اللہ کا شکر مانتے ہیں کہ اپنے مکتوب ہفتم میں لکھتے ہیں:

"شیخ قطب ارشاد ایں دورہ است و بردست وے بسیارے از گمراہاں بادیۂ صبیعت و بدعت خلاص شدہ اند۔ تعظیم شیخ تعظیم حضرت مدور او دار و مکون کائنات است، و شکر نعمت مفیض اوست[1] اعظم اللہ تعالیٰ لہ الاجور"۔

"شیخ اس دور کے قطب ارشاد ہیں، ان کے ہاتھ پر تکبر و بدعت کی گمراہی میں مبتلا بہت سے افراد نے ہدایت پائی، شیخ کی تعظیم خالق کائنات کی تعظیم ہے اور شیخ کی نعمت کا شکر اس نعمت کو عطا کرنے والے اللہ کا شکر ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں عظیم اجر عطا فرمائے۔"

ہاں شاید میاں نذیر حسین صاحب کی چوٹ حضرت مجدد صاحب ہی پر ہے کہ "معیار الحق" میں لکھتے ہیں:

"آج کل کے بعض لوگ اسی تقلید معین کے التزام سے مشرک ہو رہے ہیں کہ مقابل میں روایت کیدانی کے اگر حدیث صحیح پیش کرو تو نہیں مانتے۔"[2]

اسی مسئلہ اشارہ میں روایت کیدانی پیش کی جاتی ہے۔ جناب مجدد صاحب نے فتاویٰ غرائب و جامع الرموز و خزانۃ الروایات وغیرہا پیش کیں، وہ بات ایک ہی ہے، یعنی فقہی روایت کے مقابل حدیث نہ ماننا۔ اب دیکھ لیجیے حضرت مجدد کا روایت فقہی لانا اور ان کے سبب صحیح حدیثوں پر عمل نہ فرمانا، اور میاں جی صاحب دہلوی کا بے دھڑک شرک کی جڑ جاننا۔ خدا ایسے شرک پسندوں کے سائے سے بچائے۔ خیر یہ تو میاں جی جانیں اور ان کا کام۔

---

(۱) کلمات طیبات، ص: ۱۶۳، فصل چہارم، در مکتوبات شاہ ولی اللہ دہلوی، مطبع مجتبائی، دہلی، انڈیا۔

(۲) معیار الحق، نذیر احمد دہلوی، بحث تلفیق، ص: ۱۸۳، مکتبہ نذیریہ، چناب بلاک، اقبال ٹاؤن، لاہور، پاکستان۔

مجدد صاحب کے کلام کے دس فوائد

کلام جناب مجدد صاحب کے فوائد سنیے:

اول: بڑا بھاری فائدہ تو یہ ہوا۔

دوم: حضرت موصوف نے یہ بھی فرمادیا کہ اقوال امام کے مقابل ایسی معروف حدیثیں جیسی رفع یدین وقرأت مقتدی وغیرہما میں آئیں کہ کسی طرح احادیث اشارہ سے اشتہار میں کم نہیں وہی پیش کرے گا جو نرا گاؤدی کودن بے عقل ہو یا معاند مکابر ہٹ دھرم کہ نہ وہ حدیثیں امام سے چھپ رہنے کی تھیں نہ معاذ اللہ امام اپنی رائے سے حدیث کا خلاف کرنے والے، تو ضرور کسی دلیل قوی شرعی سے ان پر عمل نہ فرمایا۔

سوم: یہ بھی فرمادیا کہ ہمیں جواب احادیث معلوم ہو جانا کچھ ضروری نہیں۔ اس قدر اجمالاً جان لینا بس ہے کہ ہمارے عالموں کے پاس وجہ موجود ہوگی۔

چہارم: یہ بھی فرمادیا کہ ہمارے علم میں کسی مسئلہ مذہب پر دلیل نہ ہونا درکنار اگر صراحۃً اس کے خلاف پر ہمیں دلیل معلوم ہو جب بھی ہمارا علم کچھ معتبر نہیں اسی مسئلہ مذہب پر عمل رہے گا۔

پنجم: یہ بھی فرمادیا کہ ہمارے علمائے سلف رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جیسا علم حدیث تھا جیسا وہ صحیح وضعیف ومنسوخ وناسخ پہچانتے تھے بعد کے لوگ ان کی برابری نہیں کرسکتے کہ نہ انہیں ویسا علم، نہ یہ اس قدر زمانہ رسالت سے قریب۔ جب حضرت مجدد اپنے زمانہ کو ایسا فرمائیں۔ تو اب تو اس پر بھی تین سو برس گزر گئے، آج کل کے الٹے سیدھے چند حرف پڑھنے والے کیا برابری ائمہ کی لیاقت رکھتے ہیں۔

ششم: اس شرط کی بھی تصریح فرمادی کہ امام کے وہ اقوال منقولہ سوال خاص اسی حدیث

کے باب میں ہیں جو امام کو نہ پہنچی، اور اس سے مخالفت بر بنائے عدم اطلاع ہوئی نہ یہ کہ اصول مذہب پر وہ بوجوہ مذکورہ کسی وجہ سے مرجوح یا مؤول یا متروک العمل تھی کہ یوں تو بحال اطلاع بھی مخالفت ہوتی۔ کما لا یخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔)

ہفتم: جناب مجدد صاحب کی شان علم سے تو ان حضرات کو بھی انکار نہ ہوگا۔ یہی مرزا جانجاناں صاحب جنہیں بزرگ مان کر ان کے کلام سے استناد کیا گیا۔ جناب موصوف کو قابل اجتہاد خیال کرتے اور اپنے ملفوظ میں لکھتے ہیں:

"عرض کردم یا رسول اللہ! حضرت درحق مجدد الف ثانی چہ فرمایند؟ فرمودند مثل ایشاں در امت من دیگر کیست" [1]

"عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! آپ حضور حضرت مجدد الف ثانی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا میری امت میں اس کی مثل دوسرا کون ہے۔"

جب ایسے بزرگان بزرگ فرمائیں کہ ہم مقلدوں کو قول امام کے خلاف حدیثوں پر عمل جائز نہیں، جو اس کا مرتکب ہو وہ احمق بیہوش یا ناحق و باطل کوش ہے، تو پھر آج کل کے جھوٹے مدعی کس گنتی میں رہے۔

یہ سات فائدے عبارت مکتوبات میں تھے۔

ہشتم: اگرچہ قول امام کی حقانیت اپنے خیال میں نہ آئے مگر عمل اسی پر کرنا لازم۔ یہی اللہ عزوجل کو پسند و موجب برکات ہے۔ دیکھو ایک مدت تک مسئلہ قرأت مقتدی میں حقانیت مذہب حنفی جناب مجدد صاحب پر ظاہر نہ تھی قرأت کرنے کو دل چاہا مگر بپاس مذہب نہ کر سکے، یہی ڈھونڈتے رہے کہ خود حنفی مذہب میں کوئی راہ جواز کی ملے۔

(۱) کلمات طیبات، ملفوظات مرزا مظہر جانجاناں، ص ۷۷، مطبع مجتبائی، دہلی، انڈیا۔

نہم: اس سوال کا بھی صاف جواب دے دیا کہ ایک مسئلہ بھی اگر خلاف امام کیا اگرچہ اسی بنا پر کہ اس میں حقانیت مذہب ظاہر نہ ہوئی تاہم مذہب سے خارج ہو جائے گا کہ اسے نقل از مذہب فرماتے ہیں۔

دہم: یہ سخت اشد و قاہر حکم دیکھئے کہ جو ایسا کرے وہ ملحد ہے۔ آپ حضرات اپنے ایمان میں جو مناسب جانیں مانیں، چاہے حضرت مجدد صاحب کے نزدیک معاذ اللہ شاہ صاحب و مرزا صاحب کو سفیہ و معاند و ملحد قرار دیں، چاہے ان دونوں صاحبوں کے طور پر حضرت مجدد کو مدعی باطل و مخالف امام اور عیاذاً باللہ کھلا احمق یا چھپا منافق ٹھہرا ئیں "ولاحول ولاقوۃ إلابا للّٰہ العلی العظیم" (گناہ سے بچنے اور نیکی کرنے کی توفیق نہیں مگر بلندی وعظمت والے معبود کی توفیق سے۔) لاجرم یہ دونوں صاحب اسی صحت عملی میں کلام کر رہے ہیں جس پر اطلاع فقہائے اہل نظر واجتہاد فی المذہب کا کام، اب نہ یہ کلام باہم متخالف، نہ ان میں کوئی حرف ہمارے مخالف" ھکذا ینبغی التحقیق واللہ ولي التوفیق "(یوں ہی تحقیق ہونی چاہئے اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔ ت) یہ مبحث بہت طویل الاذیال تھی جس میں بسط کلام کو دفتر ضخیم لکھا جاتا، مگر ما قل وکفیٰ خیر مما کثر والھی (جو مختصر اور جامع ہو وہ اس سے بہتر ہے جو کثیر اور لغو ہو) حضرات ناظرین خاص مبحث مسئول عنہ پر نظر رکھیں، خروج عن المبحث سے کہ صنیع شنیع جہلہ وعاجزین ہے حذر رکھیں۔

"ربناافتح بینناوبین قومنابالحق وأنت خیر الفاتحین[1] وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سید المرسلین محمد وآلہ وصحبہ أجمعین".

---

(۱) سورۂ اعراف، آیت نمبر: ۸۹

''اے ہمارے رب! ہم میں اور ہماری قوم میں حق فیصلہ کر، اور تیرا فیصلہ سب سے بہتر ہے۔ اور درود نازل فرمائے اللہ تعالیٰ رسول کے سردار محمد مصطفیٰ پر اور آپ کی تمام آل واصحاب پر۔''

مناسب کہ ان مختصر سطور کو بلحاظ مضامین "الفضل الموهبي في معنى إذا صح الحديث فهو مذهبي" (اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ فضل اس قول (امام اعظم) کے معنی میں کہ جب کوئی حدیث صحت کو پہنچے تو وہی میرا مذہب ہے۔) سے مسمّیٰ کیجئے، اور بنظر تاریخ "أعز النكات بجواب سؤال أركات" (مضبوط ترین نکات، علاقہ ارکاٹ سے بھیجے ہوئے سوال کے جواب میں۔) لقب دیجیے۔

"ربنا تقبل منا إنك أنت السميع العليم [1]" أمين، والحمد لله رب العالمين، والله سبحنه و تعالىٰ أعلم و علمه جل مجده أتم و أحكم.

> ''اے ہمارے رب! ہم سے قبول فرما، بے شک تو سننے والا جاننے والا ہے۔
> آمین! اور سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے،
> اور اللہ خوب جانتا ہے وہ پاک اور بلند ہے، اس کی بزرگی جلیل اور اس کا علم تام و مستحکم ہے۔''

●......●......●

(۱) سورۂ بقرہ، آیت نمبر: ۱۲۷